قدوۃ العلماء زبدۃ الففضلاء، شیخ المشائخ معیار سنیت حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی قدس سرہ النورانی (1245ھ/ 1333ھ) بانی خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمن پور بارسوئی کٹیہار بہار (الھند) کے عقائد وخیالات کو لیکر غیروں کی ناپاک حرکتوں وگھنونی سازشوں کے خلاف لاجواب رسالہ بنام

# گوش برآواز ہو جاؤ!

# یہ ڈنکے کی چوٹ ہے

محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری بہاری
خطیب وامام جامع مسجد تہانی علی سالم کاٹے پلی، پٹلم، بانسواڑہ ضلع کاماریڈی تلنگانہ (الہند)

**ناشر**
شعبۂ نشر واشاعت تحریک فیضان لوح وقلم
جگناتھ پور (بیلوا) آباد پور، بارسوئی، کٹیہار بہار پن نمبر۔ 855102

# جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں


کتاب: گوش برآواز ہوجاؤ! یہ ڈنکے کی چوٹ ہے

مؤلف: محمد ساجد رضا قادری رضوی

نظر ثانی: مولانا خواجہ محمد ساجد عالم لطیفی مصباحی

تقدیم: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی

کمپوزنگ: تحریک فیضان لوح وقلم

تعداد: 500

ناشر: تحریک فیضان لوح وقلم جگناتھ پور (بیلوا) آباد پور، بارسوئی، کٹیہار بہار پن نمبر 855102

سن اشاعت: ۱۴۴۴ھ/ ۲۰۲۲

ملنے کے پتے:

- حفیظ ملت اکیڈمی خانقاہ لطیفیہ تکیہ رحمن پور بارسوئی کٹیہار (بہار)
  Contect:9572764074
- مکتبہ فیضان لوح وقلم، دفتر جگناتھ پور، وایا بارسوئی ضلع کٹیہار (بہار)
  Contect:7970960753
- جامعہ لطیفیہ بحر العلوم عملہ ٹولہ کٹیہار (بہار)
  Contect::7979061467
- خانقاہ شرفیہ تکیہ لطیفیہ، مقام وپوسٹ گانگی، ضلع کشن گنج (بہار)
  Contect:9199778224


مؤلف سے رابطے


***Md Sajid Reza Quadri Razvi***

***At:Jagannath Pur PO.Sankola Via Barsoi***

***Dist Katihar Bihar.Pin:855102.***

***Email:mdsajidreza2@gmail.com.Mobile:7970960753***




## فہرست مشمولات



## گوش برآواز ہوجاؤ! یہ ڈنکے کی چوٹ ہے

## مؤلف کی دیگر قلمی خدمات

(۱) تذکرہ استاذ الاساتذہ [مطبوعہ]

(۲) مناظرہ آباد پور [ترتیب وتہذیب مطبوعہ]

(۳) گوش برآواز ہوجا! یہ ڈنکے کی چوٹ ہے۔ [مطبوعہ]

(۴) سید السادات شاہ میراں حسین خنگ سوار تاراگڑھ اجمیری کی شیعت: افسانہ یا حقیقت۔ غیر مطبوعہ

(۵) یوم عاشورا کے فضائل ومسائل۔ غیر مطبوعہ

(۶) تذکرہ گلزار حسینی۔ غیر مطبوعہ

(۷) ''واحسرتا'' مفتی آل مصطفےٰ مصباحی کی وفات پر تعزیتی خطوط [زیر ترتیب]

(۸) دنیا میں پہلا گھر خدا کا۔ زیر ترتیب

(۹) چراغ ہدایت مع رپورٹ مباحثہ بیلو۔

اس کے اعلاوہ درجنوں مضامین ومقالات



# شرف انتساب

اس حقیر، علمی وقلمی تاریخی کاوش کا انتساب تاجدار آگرہ بانی خانوادہ ابوالعلائیہ امیر السالکین رئیس العارفین قدوۃ الواصلین امام الاصفیاء سیدنا سرکار سید محمد میر ابوالعلاء رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات والا درجات کے نام کہ جہاں پر ایک مدت سے زنبیل فقیری لئے چشم عنایت کا سراپا منتظر ہوں۔

مری خاک بھی اڑے گی باادب تری گلی میں
ترے آستاں سے اونچا نہ مرا غبار ہوگا

نگاہ لطف وکرم کے امیدوار

**محمد ساجد رضا قادری رضوی**

# خراج عقیدت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ کے معاصر عالم دین برہان پورنیہ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین واقف اسرار شریعت وطریقت حضرت العلام الشاہ محمد حفیظ الدین لطیفی ابوالعلائی ( ولادت: ۱۲۴۵ ھ مطابق ۱۸۲۸ ء - وصال: ۱۳۳۳ ھ مطابق ۱۹۱۵ ء ) کے خدمت میں جن کی علمی وروحانی فیوض وبرکات سے بہار بنگال بالخصوص سیمانچل مالامال ہے

گر قبول افتدز ہے عز وشرف

نیاز کیش
محمد ساجد رضا قادری رضوی



# حرفِ آغاز

بروز پیر 7/فروری 2022ء مطابق 6/رجب المرجب 1443ھ کی بھیگی بھیگی شب کے تقریبا 10 سے گیارہ 11/ بجے کے درمیان کا وقت تھا، ساری دنیا سو رہی تھی، سردی کے موسم میں لوگ نرم نرم بستر پر گرمی کے مزے لے رہے تھے، مگر دو دیوانے سیل فون پر محو گفتگو تھے، اور کبھی کبھی گفتگو کے درمیان مسکرانے اور کھلکھلانے کی صدا بھی خاموش سناٹے میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی،، ہوتی ہے گفتگو زندگی میں ایسی کبھی کبھی،، جو یادگار بن جاتی ہے۔

حضرت علامہ مولانا خواجہ محمد ساجد عالم لطیفی مصباحی دام اقبالہ واقعی اپنے آباواجداد کے علمی وقلمی ورثہ کے پاسبان وامین ہیں، حضرت علامہ لطیفی علیہ الرحمہ کی دینی وملی خدمات وکارناموں کو علماء وعوام کے سامنے پیش کر کے حق نمک ادا کر رہے ہیں، لہذا خواجہ صاحب دام ظلہ سے کافی دیر تک دیگر موضوعات کے علاوہ خصوصاً زبدۃ العارفین سراج السالکین قطب المشائخ معیار سنیت حضرت علامہ مولانا شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی برہانی ابوالعلائی (ولادت 1245ھ مطابق 1828ء۔ متوفیٰ 1333ھ مطابق 1915ء) علیہ الرحمہ کی دینی وملی خدمات کے حوالے سے گفتگو ہوتی رہی، یہ سلسلہ کلام کوئی نیا نہیں بلکہ برسوں سے زلف یار کی طرح دراز ہے، آج بھی گفتگو کا محور ومرکز حضرت علامہ لطیفی علیہ الرحمہ کی ذات والا درجات ہی تھی، مگر خاص گفتگو،، حضرت لطیفی پر الزام صلح کل،، پر ہوئی، اثناء گفتگو آپ کی زبان فیض ترجمان سے حقیر کے تعلق سے ایک جملہ،، گنج شائگاں،، نکلا، اور اس کی حصولیابی پر کلمات تحسین وآفرین فرمائے، اللہ تعالیٰ حضرت کی زبان کو مبارک کرے۔ آمین۔

ابتدا میں خیال تھا کہ ایک مختصر مضمون جس کی طوالت دو تین صفحات سے زیادہ نہ ہو، لکھا جائے، مگر لکھنا شروع کیا تو ساتھ آٹھ صفحات میں پھیل گیا، پھر اسے جب شہزادہ والا تبار حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی دام اقبالہ کی سماعت سے گزارا تو آپ نے اسے نہ صرف پسند فرمایا، بلکہ بے انتہا خوشی کا اظہار بھی کیا، اور دعاؤں سے بھی نوازا، اور اسے مستقل طور پر بشکل رسالہ چھپوانے کے قیمتی مشورے سے بھی شاد کام کیا، اس لئے مضمون کو رسالے کی نہج پر لاتے لاتے اس کا حجم یہاں تک بڑھ گیا، جتنا کہ آپ کی انگلیوں کی گرفت اور سر کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

آخر میں ان تمام اہل علم وقلم سے استدعا ہے کہ کہیں پر کسی بھی قسم کی لغزش واقع ہو تو اسے تحقیر وتنقیص کا نشانہ بنانے کی بجائے مثبت فکر اور شفقت وکرم نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نشاندہی فرمائیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاحی عمل انجام دیا جاسکے۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اس کاوش کو قبول انام فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اسیر اتقیا واصفیا

محمد ساجد رضا قادری رضوی

بانی: تحریک فیضان لوح وقلم جگناتھ پور سنکولہ آباد پور بارسوئی کٹیہار

ورکن انجمن اشاعت الشریعہ قاضی ٹولہ چوک آباد پور بارسوئی کٹیہار بہار

مقیم حال: کاٹے پلی پٹلم وایا بانسواڑہ ضلع کاماریڈی تلنگانہ

03/03/2022



# نگاہ اولین

مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی

آباواجداد کے علوم ومعارف کے امین وپاسبان اور ان کی تحریک ومشن کے علمبردار، صاحب علم وقلم، حضرت مولانا محمد ساجد عالم مصباحی لطیفی دام ظلہ مرید وحفید جہان رشدو ہدایت نمونۂ اسلاف حضرت سیدنا شاہ خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمۃ اللہ الاکبر [۱۳۱۹ھ/ ۱۴۰۷ھ] خلیفہ ومجاز حضرت سیدنا شاہ فرہاد عالم ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ [متوفی ۱۴۴۳ھ]

غالب مجھے تلخ نوائی سے کیجیو معاف

میرے دل میں درد حد سے سوا ہوتا ہے

حضرت حافظ وقاری محمد ساجد رضا قادری رضوی مدظلہ علی اہلسنۃ امام وخطیب جامع مسجد کاٹے پلی پٹلم علاقہ بانسواڑہ ضلع کاماریڈی (تلنگانہ) کا زیر نظر رسالہ بنام،، گوش برآواز ہوجاؤ! یہ ڈنکے کی چوٹ ہے،، وقت کی اہم ترین ضرورت کا نام ہے، میں نے کبھی لکھا تھا جو غالباً فی الوقت مدعا سے میل کھائے تحریر یہ تھی۔

،،تاہم کچھ مدت سے چونکہ بعض کرم فرما حضرات کتابیں چھاپ کر، مضامین لکھ کر حضرت لطیفی کے عقیدہ ومسلک کے تعلق سے غلط فہمی پھیلانے اور بے ہودہ الزامات کا انبار لگانے میں خون پسینہ ایک کر رہے ہیں، اور خوش فہمی میں مبتلا ہوکر خوب بغلیں بجا رہے ہیں کہ صاحب! ہم نے تیر نشانے پر چلا دیا۔ اس لئے اب سخت ضرورت پڑ گئی ہے کہ اس حوالے سے ان یار لوگوں کی کتاب وقلم کا بھانڈا پھوڑا جائے اور ان کے گمراہ کن پروپگنڈوں کا باضابطہ آپریشن کیا جائے،،

[نامور باپ کے خطوط دیدور بیٹے کے نام ص: 17 ناشر حفیظ ملت اکیڈمی خانقاہ لطیفیہ رحمن پور، بارسوئی، کٹیہار، بہار، مطبوعہ آفس ماہنامہ بطحاء دار العلوم غریب نواز حیدر آباد]

مذکورہ بالا گفتگو کا عملی نمونہ یہ رسالہ ہے۔مئولف موصوف نے شوروغوغا کی دو بنیادی ومرکزی باتوں کا جم کرنوٹس لیا ہے۔

[اول] تقویۃ الایمانی تحریک کے مشہورومعروف علمبرداراور اس کے زہریلے جراثیم کو وسعت دینے میں کلیدی کردار کے مالک،،مولوی نذیر حسین،،[محدث دہلوی] کی درسگاہ قتل اثر سے نسبت شاگردی کو یقینی ثابت کرنا۔

[دوم] دیوبندی،وہابی اور نیچری وغیرہ وغیرہ کے خیالات وعقائد کا چوں چوں کا مربہ بصد ہزارسعی بنانا یعنی بلفظ دیگر صلح کلی،،باور کرانا۔

ان دونوں امر پر رسائل وکتابیات اور مجلدات کے سہارے نہایت متانت وسنجید گی اورخوش اسلوبی کے ساتھ جس طرح جھوٹ وفریب دجل وتلبیس،مکاری وعیاری اور چارسوبیسی وفراڈ کے سوداگروں کی خبر لی ہے۔یہ بجائے خود ایک کارنامہ ہے۔

پردادا حضور لطیفی برہانی نوراللہ مرقدہ[1245ھ/1333ھ]ر2001ء سے کام ہورہا ہے،اورتادم نگارش جاری ہے۔[1]،،حیات حفیظی،،[۲]حضرت شاہ حفیظ الدین اور جہان علم ودانش (۳) حضرت لطیفی مجلہ قدیم (حضرت لطیفی مجلہ جدید[۴] نامور باپ کے خطوط دیدور بیٹے کے نام،،اور آخری مجموعہ نگارشات یعنی،،عرفان حفیظ،،کہ جس میں ملک کے طول وعرض سے ۳۸/نمائندہ علمی وادبی شخصیات نے حصہ لیا ہے۔ان تمام میں بھی اس نہج ونوعیت کا کوئی ایسا رشحہ قلم موجود نہیں۔چونکہ زیر نگاہ رسالے میں قول وکلام کا محور حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے عقائد وافکار ہے۔عقائد وافکار کو لے کر ہی ماضی کی نو دہائیوں سے لیکر تا حال گورکھ دھندے کا سلسلہ الٹی گنگا کی طرح بے محابا بہتے چلا جارہا ہے۔ٹھوس حقائق وواقعات کی روشنی میں ہنوز قوت گویائی وزور بیان دکھانا باقی تھی۔انہیں اب تک دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کرے،اس طرح نہیں دکھایا گیا ہے،افکارو نظریات کے رخ سے جہاں تک دفاع کی بات ہے تو یہ عمل زلف یار کی طرح دراز ہے۔
اوپر جن چھ کتب ورسائل کے نام مندرج ہیں۔ان میں راقم الحروف سمیت درجن بھر لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے اپنے اپنے قلم خاراشگاف سے اس بابت آر پار کی جنگ خوب کی



ہیں۔طمانیت حاصل کرنی ہوتو رجوع کریں۔

تاہم ان مذکورۃ الصدر الزامات کے تناظر میں اس طرح شواہد وثبوت کے ساتھ گفتگو پہلا موقعہ ہے،جس عرق ریزی اور قابل داد جستجو وتحقیق کا جام وسبو لے کر جس طرح کام کیا گیا ہے،یہ مولف موصوف کا ہی حصہ ہوسکتا ہے۔حالانکہ ملک بھارت کے قدآوراور بلند صاحب علم وفن حضرت علامہ مولانا مفتی اعجاز اصغر نوری شیخ الافتاء جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم عملہ ٹولہ کٹیہار بہار نے اسی موضوع کے حوالے سے مستقلاً ایک مبسوط وضخیم کتاب ہی لکھ ڈالی ہے،نام ہے،،حضرت مولانا شاہ حفظ الدین لطیفی اوران کا عقیدہ ومسلک،،بجواب،، حضرت مولانا حفیظ الدین لطیفی ایک تعارف،،[از مولوی شاہ فیاض عالم ولی اللہی چشتی نظامی رحمن پوری]لیکن یہ منہج ومعیار اور طرز کلام کے لحاظ سے جداگانہ چیز ہے۔اس میں یہ دونوں الزامات زیر نظر رسالہ کی طرح محور ومرکز گفتگو نہیں ہیں معاملہ یہ ہے کہ ہر گلے را رنگ وبوئے دیگراست،،

مولف موصوف نے حضرت لطیفی کے حوالے سے یہ رسالہ رقم فرما کر واقفین و وابستگان ودانشوران اور سواد اعظم اہلسنت والجماعت کے دیگر صاحبان علم وقلم کو ایک الگ انداز میں دعوت فکر وتحریر دی ہے۔

راقم الحروف ان کی اس اہم وموقر کاوش کو سلام کرتا ہے،اور حضرت لطیفی سے بے پناہ خلوص ونیازمندی کے جذبات واحساسات کی حد درجہ قدر کرتا ہے۔

بارگاہ رب کریم میں دعا گو ہے کہ حضرت والا اسی طرح مسلک وجماعت اوردین متین کی خدمات ومساعی انجام دیتے رہیں۔دنیا وآخرت میں اجر پاتے رہیں۔علم وعمل اور عمر میں برکتیں وسعادتیں نازل ہوں۔

ایں دعا ازمن واز جملہ جہاں آمین باد

خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی
خانقاہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف بارسوئی،کٹیہار،بہار[الہند]

8/شعبان المعظم 1443ھ مطابق 12/مارچ 2022ء بروز سنیچر بوقت: صبح 9 بجے

# تقدیم

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی

درجنوں کے کتابوں کے مصنف، مؤلف عظیم مؤرخ محقق، عمدہ سیرت نگار، کلک گوہر نگار محقق رضویات ادیب شہیر امیر القلم حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی، (ممبئی) بانی وسربرہ نالج سیٹی کشن گنج آفاقی فکر کے حامل ہیں، دل میں قوم وملت کا درد رکھتے اور تحریر وقلم سے رشتہ رکھنے والوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اللہ تعالی ان کی عمر واقبال میں برکتیں عطا فرمائے۔

برہان پورنیہ حضرت مولانا شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی قدس سرہ [متوفی ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء] یہ وہ شخصیت ہیں، جو میری آٹھ دس سالہ تحقیق ومطالعہ میں قدیم پورنیہ کے پہلے سند یافتہ عالم دین ہیں۔ ان کی زندگی کا ابتدائی حصہ تحصیل تعلیم کے لئے لکھنؤ اور دہلی میں گزرا اور پھر حصول سلوک و معرفت کے لئے عظیم آباد نکل گئے۔ پھر تو عملی حیات کا جوان حصہ پورنیہ سے باہر ہی پٹنہ اور سہسرام میں بیت گیا۔ اس طرح ان کے علم وفضل سے عرصہ دراز تک ان کا اپنا وطن محروم رہا۔ لیکن انہیں جب اپنے وطن کی مذہبی بدحالی کا خیال آیا تو عمر عزیز کا کارواں اپنے منتہی کی طرف تیزی سے رواں دواں تھا۔

اپنے وصال سے قریب دو عشرہ [سولہ سترہ برس] پہلے سہسرام سے اپنے وطن مالوف پورنیہ مراجعت فرمائی۔ لیکن اسی قلیل مدت میں اللہ کریم کے فضل وکرم سے برہان پورنیہ نے اس خطہ کے مذہبی حالات کو بہت حد تک سدھار دیئے۔ اس کے لئے انہوں نے دو دو مدرسے قائم کئے۔ ایک مدرسہ اساقت رحمت، محمدیہ اسٹیٹ، پورنیہ اور دوسرا مدرسہ لطیفیہ رحمان پور۔ مدرسہ اساقت رحمت میں خود بھی تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ مدرسہ لطیفیہ تو ان کی خانقاہ کے پہلو میں ہی تھا۔ اس مدرسہ وخانقاہ نے واقعی ایک تاریخی ریکارڈ قائم کیا۔ یہ محض مدرسہ نہیں، مدرسہ وخانقاہ کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔ اس لئے کم وقت میں زیادہ کام سرانجام پا گیا۔ جیسا کہ قدیم صوفیا کا طریقہ تھا۔ یہاں چوں کہ شریعت کی تعلیم کے ساتھ طریقت کی عملی تربیت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں انسان ڈھلتا ہے۔ ذہن پگھلتا



ہے۔ نفس کی شرارت وکدورت دور ہوتی ہے۔ تب پھر انسان محض انسان ہی نہیں رہ جاتا، بلکہ وہ خود دوسروں کے لئے سیرت صوفیا کا سچا نمونہ بن کر رہبر وراہ نما بن جاتا ہے۔

برہان پورنیہ کی حیات مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہی کیا۔ خانقاہ اور مدرسہ قائم کر کے انسان سازی وکردار سازی کی۔ سیرت سازی اور انسانیت نوازی کی۔ نتیجے میں ان کی ذات والا صفات اور لازوال خدمات واثرات کا دائرہ سیمانچل سے آگے موجودہ بنگلہ دیش کے کئی اضلاع تک پھیل گیا۔ انہوں نے اپنے تلامذہ اور تربیت یافتوں کا ایک کڑی کمان والا ٹولہ وٹیم چھوڑا۔ جس نے ان کی وفات کے بعد پورے سیمانچل کو سنبھال لیا۔ لیکن اس ٹولہ وٹیم کے سربراہ تھے جلالۃ العلم قطب العارفین حضرت شاہ محمد یوسف رشیدی قدس سرہ، جو بحر العشاق والعرفا حضرت شاہ محمد عبد العلیم آسی غازی پوری قدس سرہ [م ۱۳۳۵ھ] کے مکتب عشق کے پالا وڈھالا تھے۔ برہان پورنیہ کے بعد قطب العارفین نے ہی پورنیہ کی مذہبی قیادت سنبھال لی تھی۔

برہان پورنیہ حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی رحمۃ اللہ علیہ کے درس وافادہ اور صحبت فیض سے، جو دینی وتبلیغی دستہ تیار ہوا، اس کا ہر فرد ایسا ہے کہ اس کی مکمل تاریخ لکھی جائے۔ یہاں ہم چند اسمائے گرامی کی طرف ایک اجمالی اشارہ کرتے ہیں۔

**پہلے قیام سہسرام کے چند نقوش:**

[۱] برہان پورنیہ کے ایک شاگرد حضرت علامہ محمد عثمان شاہ جہان آبادی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں استاذ مقرر ہوئے۔ اس مدرسہ کے بانی ردنصاری کے ماہر مناظر حضرت علامہ محمد رحمت اللہ کیرانوی مہاجر حرم مکی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

[۲] معمار قوم وملت حضرت علامہ شاہ محمد فرخند علی فرحت سہسرامی متوفی ۱۳۵۳ھ، جنہوں نے مدرسہ خیریہ نظامیہ قائم کر کے اہل بہار کا سر فخر ومباہات سے اونچا کر دیا۔ تفصیل کے لئے 'تاریخ مدرسۂ خیریہ نظامیہ' مرتبہ ڈاکٹر ساحل سہسرامی کا مطالعہ کیجیے۔

[۳] حضرت مولانا شاہ محمد صادق علی علیہ الرحمہ، یہ غازی پور کے باشندہ تھے۔ شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی قدس سرہ کے شاگرد بھی، مرید بھی اور خلیفہ بھی تھے۔ ان کا وصال بھی ۱۳۵۳ھ میں ہوا۔ مزار مبارک محی الدین، غازی پور یوپی میں ہے۔

[۴] حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحئی نظرؔ سہسرامی ، یہ بھی تلمیذ ومرید وخلیفہ تھے ۔وصال ۱۳۵۸ھ میں ہوا۔قبرشریف بابوشہید قبرستان سہسرام میں ہے۔

[۵] حضرت مولانا شاہ خواجہ میر نظام علی بن لیاقت علی علیہما الرحمہ،آپ شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی کے شاگردومرید وخلیفہ تھے۔ ۱۳۶۰ھ میں وفات پائی ۔مزار شریف محلہ کبیر گنج سہسرام میں ہے۔

پنجتن پاک کے صدقے میں ان پانچ نفوس قدسیہ کے ذکر کے بعد ثانیاً ان کی اپنی اولاد نرینہ کا ذکر جمیل اس طرح ہے:

[۶] حضرت مولانا شاہ محمد امام مظفر لطیفی علیہ الرحمہ، یہ حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی کے بڑے صاحب زادے تھے۔ ابتداءً اپنے والد ماجد سے پڑھی۔ شوق حصول علم کے ہاتھوں مجبور ہوکر دارالعلم والعمل مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ روانہ ہوئے۔ دوران تعلیم حالات واحباب اور ہوائے نفس کے شکار ہوکر دیوبند پہنچ گئے۔ والدگرامی شاہ حفیظ الدین کو جیسے ہی اس حادثہ کی خبر لگی ۔فوراً دیوبند کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ دیوبند پہنچ کر 'لا خیر فیکم' یا 'ما وجدت خیر اًفیکم' کہہ کر اعلان حق فرمادیا اور اپنے فرزند کو لے کر مراجعت فرمائی۔ پھر اپنی کڑی نگرانی میں خود شریعت وطریقت کی تعلیم کی تکمیل فرمادی۔ شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی کے وصال کے بعد آپ ہی پہلے سجادہ نشیں منتخب ہوئے۔لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ تین ماہ بعد ہی اسی سال [۱۹۱۵ئ] میں آپ واصل بحق ہو گئے۔

[۷] شاہ محمد شرف الہدیٰ لطیفی ، یہ شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی کے دوسرے فرزند تھے۔ اپنے والد ماجد ہی سے تعلیم پائی اور تکمیل سلوک کر کے منصب تدریس وارشاد پر فائز ہوئے۔ اپنے بڑے بھائی کے وصال کے بعد آپ زیب سجادۂ لطیفیہ مقرر ہوئے اور ایک طویل مدت تک خانقاہ ومدرسہ کی خدمت کی۔ ان کے ایک صاحبزادے حضرت مولانا شاہ چراغ عالم لطیفی منظر اسلام بریلی سے فارغ التحصیل تھے۔انہی کے ایک دوسرے بیٹے ابن نوح علیہ السلام کی طرح اپنے باپ اور دادا کے دین سے برگشتہ ہوکر قعر گمنامی میں چلے گئے۔

[۸] حضرت خواجہ شاہ محمد وحید اصغر قدس سرہ ، یہ شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی کے



چھوٹے اور آخری فرزند ارجمند تھے۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے فارغ تھے اور زندہ ولی تھے۔ والد کی وفات کے وقت آپ کی عمر چودہ برس کی تھی۔ اپنے منجھلے بھائی کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشیں منتخب ہوئے۔ شاہ شرف الہدیٰ کے اس برگشتہ بیٹے نے مشکلات تو کھڑی کیں۔لیکن ارباب حل وعقد، علاقائی عمائدین وروٴسا حتی کہ کورٹ کچہری کے حتمی فیصلے نے خانقاہ ومدرسہ ومسجد کی تولیت کی مسند پر عملاً بیٹھادیا۔آپ اپنے والد ماجد کے سچے جانشین ثابت ہوئے اور تکیہ رحمان پور کے وقار کو دوبالا کردیا۔ آپ حضرت ملک العلما شاہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی کے خاص الخاص احباب میں تھے اور اپنے بیٹے شاہ خواجہ شمس العالم کو تعلیم وتربیت کے لئے ملک العلما کے حوالہ کیا تھا۔ جو آج تکیہ لطیفی رحمان پور کے موجودہ سجادہ نشیں ہیں۔

اب آیئے، سہسرامی فیض یافتوں اور اپنی اولادوں کے بعد رحمان پور آمد پر جو کار ہائے نمایاں انجام پائے۔ خصوصاً تعلیم وتربیت اور بیعت وارشاد کے حوالہ سے، اس کا ایک سرسری جائزہ پیش قارئین ہے۔ جو ان کی حیات مبارکہ کا آخری پڑاؤ ہے۔ سورج اپنے پیچھے کیسی شفق اور کیسے ستارے چھوڑ جاتا ہے۔

[۹] حضرت مولانا شاہ محمد امین الدین لطیفی نقشبندی قدس سرہ ، یہ گوشائیں پور علاقہ رائے گنج ضلع دیناج پور کے باشندہ تھے۔ تعلیم وتربیت کے بعد تکیہ رحمان پور سے اٹھ کر گوشائیں پور تشریف لائے اور مدرسہ ومسجد وخانقاہ تعمیر کر کے قوم وملت کی تعمیر وتشکیل اور دعوت وتبلیغ میں لگ گئے۔ اس دیار میں آج جو دینی شعور ہے، یہ انہی مولانا محمد امین الدین لطیفی کی کڑی محنتوں کا ثمرہ ہے۔ یہ حضرت برہان پورنیہ حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کے تلمیذ وتربیت یافتہ اور خلیفہ خاص تھے۔

[۱۰] شرف پورنیہ حضرت مولانا شاہ محمد شرف الدین حفیظی لطیفی قدس سرہ، شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی کے یہ وہ عزیز از جان شاگرد ومرید وخلیفہ تھے، جن کو اپنے سامنے بیٹھا کر ارادت مندوں سے کہا کہ اب تم لوگ ان سے مرید ہوجاؤ۔ پھر شاہ محمد حفیظ الدین گانگی، ضلع کشن گنج تشریف لائے اور اپنے قابل فخر فرزند معنوی کے لئے زمین ہموار کی اور وہاں حضرت

شاہ محمد شرف الدین نے مدرسہ و مسجد اور خانقاہ کی بنا ڈال کر وہ خدمات سر انجام دیں کہ اس علاقے میں مثال ٹھہریں۔

[۱۱] پیر طریقت حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین لطیفی قدس سرہ کوچ گڑھ، ان کا ذکر آگے آتا ہے۔

[۱۲] چراغ پورنیہ حضرت مولانا شاہ محمد سکندر علی رشیدی قدس سرہ بینی باڑی، یہ جب اپنی بستی بینی باڑی سے دینی تعلیم کے لئے اٹھے، تو سب سے پہلے اسی مدرسہ و خانقاہ تکیہ رحمان پور میں آکر بیٹھے اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر نکلے اور پھر جب دینی و عرفانی زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو کر لوٹے، تو درگاہ بندگی چمنی بازار شریف کی خدمت و جاروب کشی تا حیات شعار کر لی۔ یہاں تک کہ اسی خاک خوشگوار کے نیچے ابدی نیند لینے کے لئے سو گئے۔

[۱۳] نازش علم و فن حضرت علامہ محمد عبد الرحمان قادری بینی باڑی، یہ ہر فن مولی شخص حضرت شاہ محمد حفیظ الدین کے خاص شاگرد تھے۔ ان کی ایک بیاض میری نظر سے گزری ہے، جس میں علامہ بینی باڑوی نے اپنے مایہ ناز استاذ کی شان میں ایک مرصع منقبت لکھی ہے، جو ابھی قلمی صورت میں ہی ہے۔ علامہ شاندار ادیب و خطیب اور شاعر بھی تھے اور اس سے کہیں زیادہ مدرس، مصنف اور مناظر بھی تھے۔ عابد چندی پوری کے مباحثہ و مناظرے میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔

[۱۴] حضرت مولانا محمد کرامت حسین تمناؔ دلشاد پوری اور

[۱۵] حضرت مولانا تصدق حسین مشتاقؔ دلشاد پوری

یہ دونوں سگے بھائی تھے۔ حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے، دونوں اعلیٰ پایہ کے فارسی داں تھے اور زبردست شاعر تھے۔ خاص فارسی دانی اور شعر و ادب میں افق پورنیہ کے دونوں بھائی واقعی مہر و ماہ تھے۔ دونوں برادران گرامی کے فضائل و کمالات دیکھنے ہوں، تو اس خاکسار کی کتاب ’کاملان پورنیہ‘ جلد اول مطبوعہ بمبئی ۲۰۱۱ء کا مطالعہ کیجیے۔ میں نے بڑی محنت کر کے ان دونوں پر خاصی معلومات جمع کر دی



ہیں۔

[۱۶] حضرت مولانا محمد مراد حسین یتیمؔ کھپراوی، ان کی حیات اور کمالات کا علم ’کاملان پورنیہ‘ نفس مصدر سے حاصل کیا جا سکتا ہے، کرامت حسین، تصدق حسین اور مراد حسین کو ہم نے یہاں ’مولانا‘ لکھا ہے۔ جبکہ یہ تینوں اس دور میں ’منشی‘ کہے جاتے تھے۔ یہ ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ دور حاضر کے سیکڑوں ’نصابی مولانا‘ یا ’دستار بند‘ یا ’سکہ بند‘ علما کہلائے جانے والوں پر وہ حضرات اپنے علم و عمل اور تقوی و بزرگی کے لحاظ سے بہر صورت فائق تر تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

[۱۷] عابد حسین چندی پوری، یہ وہ بد نصیب فرد فرید ہے، جو اسماعیل دہلوی کی طرح اپنے آبائی و موروثی عقائد و افکار سے پھر گئے اور اپنے استاذ و مرشد حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی کے معمولات و فرمودات سے مڑ اور مکر گئے۔ یہ امر تکیہ رحمان پور کے لئے ایک رستا خیز موذی مرض سے کم نہیں۔ خیر عابد حسین تو خاندان سے باہر کا تھا۔ خاص خانوادۂ حفیظی کا اب ایک فرد [پوتا] اسی ڈگر پر جا چکا ہے۔ افسوس اس کا نہیں کہ وہ کیوں بہک گیا، تاسف اس بات کا ہے کہ خم ٹھوک کر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ، ع: ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ یعنی برہان پورنیہ حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی کی شخصیت اور ان کے عقائد و معمولات کو متہم کرنا شروع کر دیا ہے۔ باتیں بے سر و پا کی ایسی کرتا ہے، لگے کہ اسے مرگی یا مالیخولیا کا مرض لاحق ہو گیا ہو۔ جب کہ خیر سے وہ ایک بہت بڑے بد مذہب ادارے کا فارغ بھی ہے اور جامعہ ملیہ دہلی سے بی اے بھی ہے۔

اب آیئے۔ پیر طریقت حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین حفیظی لطیفی علیہ الرحمہ کا ایک اجمالی بیان سماعت کیجیے۔ چوں کہ ان کے تعلق سے تفصیلی احوال سر دست مہیا نہیں۔ جب کہ مئی ۲۰۱۳ء میں خود کوچ گڑھ پہنچ کر میں نے جاننا اور سمجھنا چاہا۔ مگر حصول مقصد میں ناکام رہا۔ البتہ ان کے نامور فرزند طوطئ بہار و بنگال حضرت علامہ محمد ابو العلا علیہ الرحمہ کے پرانے کاغذات میں مجھے کچھ کارآمد اوراق پریشاں مل گئے۔ جن کی مدد سے بہت کچھ سمجھا جا سکتا ہے اور یہ چیزیں حضرت طوطئ بہار و بنگال کی حیات و خدمات کے بارے میں ہیں۔ تاہم

اس کا ڈوران کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین لطیفی سے جڑا ہوا ہے کہ بیٹا آخر تو باپ کا نمونہ ہوتا ہے۔ وہاں مقامی زبان میں ایک کہاوت بھی ہے۔ باپے پوت، پراتے گھوڑا، نہیں بہت، تو جب بھی تھوڑا۔ خیر تفصیل نہ سہی، تو نہ سہی، اجمال ہی سہی۔ نا ماموں سے کانا ماموں ہی بھلا کے بموجب جستہ جستہ کچھ باتیں حوالۂ قرطاس کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین حفیظی لطیفی رحمۃ اللہ علیہ برہان پورنیہ حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی قدس سرہ کے تراشیدہ و تربیت یافتہ تھے۔ خلافت و اجازت سے سرفراز تھے۔ آپ نے گاؤں کوچ گڑھ میں اپنی زمین پر مسجد و مدرسہ اور خانقاہ بنائی۔ دین متین کی خدمت اور خلق خدا کی دینی و روحانی پیاس بجھائی۔ سنت اور اہل سنت کے چراغ کو روشن رکھا۔ اپنے کئی بیٹوں کو علم دین کے زیور سے آراستہ کر کے قوم و ملت کے حوالے کیا۔

حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین لطیفی علیہ الرحمہ کی تعریف و تعارف اور ان کے پیر و مرشد سے اٹوٹ تعلق و محبت کے ثبوت کے لئے ہم دو قلمی دستاویز نقل کرتے ہیں، جو دونوں چیزیں حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی قدس سرہ کے قلم کی شاہکار و یادگار بھی ہے اور مولانا محمد محی الدین لطیفی کے لئے قابل صد افتخار بھی۔ صد افتخار اس لئے کہ اس اسلوب کا استعمال کسی اور کے لئے ہرگز نظر نہیں آتا۔ تو لیجیے 'مکتوباتِ لطیفی' سے اہم یادگار مکتوب کا مطالعہ کیجیے:

'بحسن نگاہِ سرمایۂ تسکین خاطر حزین بدل اندر مکین عزیز جانم مولوی محمد محی الدین زاد عشقہ للہ و فی اللہ، از مشتاق لقائے سلام و دعا و عشق فقرا رسیدہ باد آرے۔

در دیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے
قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہے

بلے؟۔ ع: چشمت بغمزہ لب بشکر خندہ می کنند۔ تفسیر آیت: خلق الموت و الحیات۔ ہاں ہاں! اے نور جان دلم! با تو سر دارد کہ نتواں گفت و نیز با تو سر است کہ نتواں نہفت آرے۔ ع: نہاں کے ماند آں رازے کز و سازند محفلہا۔ ع: یارا مدام بادۂ عیشت بکام



بار۔ اکنوں چیزے از راز و ناز و نیاز حضرت عشق ازیں دعا گو و رضا جو بشنو کہ لفظ عشق در رائے معنی مصدری بدو معنہائے دیگر مستعمل است۔ یکے حالت است مر عاشق را نیز بنظرش در نیارد کہ گفتہ کہ :العشق نار تحرق کل شئی ماسوی الحبیب۔

یعنی عشق آتشے است کہ غیر دوست ہر چیزے را می سوزد و نور وحدت در دیدۂ عاشق می افروزد۔ اے کاش! اگر عاشق را چنیں حالت با معشوق حقیقی روزی بود تا البتہ یکے از واصلان بارگاہش شود و اگر مبادا با معشوق مجازی ہمیں حالت مر او را در رسد تا بشرط محض بے غرضی و عدم بوالہوسی و غیر ہوائے نفسی بآخر کار جانب معشوق حقیقی مر او را در کشد۔

عاشقے گر زیں سر و گر زاں سر است
عاقبت ما را بداں شہ رہبر است

و معنی دیگر ایں کہ عشق عین ذات واجب الوجود مبدأ ہر عاشق و معشوق و اصل ہر موجو است دمے بکسوت معشوقے بر آید و دمے دیگر بلباس عاشقی در آید آرے۔

گہے در کسوت لیلیٰ فرشد    گہے بر صورت مجنوں بر آمد

ہاں ہاں! بہر زماں خود بہ خود عشق می بازد و با غیرے نمی پردازد و ہر لحظہ آرزوئے معشوقے پردہ بر اندازد و ہر لمحہ از راہِ عاشقی پردہ آغازد۔

| | |
|---|---|
| عشق در پردہ می نوازد ساز | عاشقے کو کہ بشنود آواز |
| ہر نفس نغمۂ دگر سازد | ہر زماں زخمۂ کند آغاز |
| ہمہ عالم صدائے نغمۂ اوست | کہ شنید ہمچنیں صدائے دراز |
| راز اور از جہاں بروں افتاد | خود صدا کے نگاہ دار دراز |

سر او از زباں ہر ذرہ خود تو بشنو کہ من نیم غماز
ہاں! اۓ جان بے دلاں اندریں وقت وحالت بقدر فہم وخیالت
بس می کنم وازیں بیش راہوس نمی کنم ورنہ ایں بیانے است کہ ایں
راپایانے نیست۔

والدعاوبس

[محمد حفیظ الدین عفی عنہ]

[مکتوباتِ لطیفی، مطبوعہ سلیمانی پریس گائے گھاٹ بنارس، طبع اول ۱۹۲۸ء، مکتوب نمبر ۲۶ رص: ۳۲، ۳۳]

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد محی الدین لطیفی اپنے گھر کوچ گڑھ تشریف لے گئے، تو حضرت شاہ محمد حفیظ الدین قدس سرہ نے اپنے اس عزیز از جان شاگرد و مرید وخلیفہ کی جدائی وہجر میں چشم قلم کے اشک سے درج ذیل غزل لکھ کر انکو روانہ کی۔ لیجیے، ذرا آپ بھی لطف اندوزی کیجیے:

بت سرمست نازمن کجائی نمی بینی نیاز من کجائی
کجائی اۓ محی دین اۓ جان کجائی تو اۓ دانائے رازمن کجائی
دلم شد زآتشِ شوقت کبابے کجائی دلنواز من کجائی
بجان آمدہ دلا دلدادۂ تو کجائی جان نوازمن کجائی
چہ گویم روزشب چوں می گزارم بہ بیں سوز وگداز من کجائی
دلم در انتظارتست بے جان مسیح دلنواز من کجائی
بہر پہلو بہ بسترِ غلطم ایں جان بہ بستر سرفراز من کجائی
منت مرغ کمین توشاہبازے خدا را شاہباز من کجائی
زدیدہ خوں چکد از یادِ چشمت نگارِ عشوہ ساز من کجائی
بہ بستان گاہ ہستی جلوہ فرما نہال سرو نازمن کجائی
لطیفیؔ رازلعلت تازہ جانے
بیااۓ جان نوازمن کجائی

[دیوان لطیفیؔ مطبوعہ مطبع رحمانیہ مخصوص پور، مونگیر ۱۳۳۸ھ، طبع اول ص: ۱۳۹]



یہ مضمون زیر قلم تھا کہ خواجہ ساجد عالم رحمان پوری سے بات ہوئی۔ تو انہوں نے از راہ معارف پروری یہ دونوں چیزیں بھیج دیں۔ جو یہاں درج کردی گئیں۔ مواد کے ساتھ ان کا ایک مکتوب بھی آیا وہ بھی یہاں نقل کردیا جاتا ہے۔ تاکہ سند رہے۔ خواجہ ساجد صاحب نے لکھا ہے:

شہیر ہندوسندھ عالم اجل فاضل بے بدل فخر سیمانچل حضرت علامہ
مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، سلام مسنون۔
بحسب حکم وارشاد چیزیں بہم پہنچائی جارہی ہیں۔ لیں
، مطالعہ فرمائیں۔ الفاظ اور جملوں کی گہرائی میں اتر جائیں اور
اپنے بنیادی نصب العین کی خاطر بروئے کار لائیں۔

آپ کا
خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی خانقاہ عالیہ لطیفیہ رحمان پور
۷ر اگست ۲۰۱۵ء۔

یہاں ایک واقعہ کا اندراج دلچسپی سے خالی نہیں۔ یہ واقعہ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ حالات کے جذبات کی عکاسی بھی کرتا ہے اور ان ایام کے ماحول پر روشنی پڑتی ہے۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے۔ حضرت مولانا محمد محی الدین کوچ گڑھی کی شادی نندنیہ میں ہوئی تھی۔ شادی کے بعد نیا نیا دولہا سسرال پہنچا۔ تو نندیہ والوں نے مذاقاً یا شرارتاً دولہا کو گھر میں نظر بند کردیا۔ نندنیہ میں فکری آزادی وآوارگی پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ بات آگے بڑھ گئی۔ نوبت مباحثہ، مناظرہ تک پہنچ گئی۔ نندنیہ والوں نے جی کھول کر اپنی طرف کے عالموں کو بلایا۔ دولہا کی طرف سے تنہا جلالۃ العلم قطب العصر حضرت شاہ مفتی محمد یوسف رشیدی علیمی تشریف لے گئے۔ مولانا حافظ محمد عبدالرزاق کوچ گڑھی جو لینے آئے تھے، ہمراہ تھے، ساتھ میں کتابوں کا بستہ، پلندہ، پٹارا تھا۔ زوردار گفتگو، گرما گرم بحث ہوئی۔ ایک طرف تنہا قطب العصر تھے۔ دوسری طرف کئی مقامی بیرونی علما تھے۔ نندنیہ کے لوگ خود تعلیم یافتہ تھے۔ نتیجہ وہی ہوا۔ جو ہونا تھا۔ تنہا ایک شیر درجنوں بھیڑیوں پر غالب آگیا۔ پھر دولہا اپنی دولہن کے ساتھ اپنے گھر روانہ ہوگئے‘۔

(کاملان پورنیہ، جلد دوم، مصنفہ غلام جابر شمس پورنوی، طبع بمبئی، ۲۰۱۶ئ ص: ۶۴ تا ۲۷)

جس مایۂ ناز شخصیت، جس فکر وفلسفہ، جس رجحان و رویہ اور جس دینی ثقافت و ثقاہت کا تعارف درج سطور بالا میں کرایا گیا ہے اور تصویر کھینچی گئی ہے، اس کی شفافیت و صالحیت کا شاہد سارا دور اور دیار ہے۔ ایسی شخصیت وفکر کے اجلے رخ، گوری ریت اور چٹی روایت کسی صورت مدہم، میلا اور دھندلا ہرگز نہیں کیا سکتا۔ مگر برا ہواس کورچشمی، سیاہ باطنی، ڈھٹائی، دھاندلی، دلیری اور ازلی شقاوت وسفاہت کا، جو ہر قرن وعصر میں پائی جاتی رہی ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ صداقت وسچائی کے اجالے مدام اس کا پیچھا کرتے رہے ہیں۔ یہی سنت سبحانیہ ور بانیہ رہی ہے۔ دیکھیں جھوٹا، فریب کار، مکار، دسیسہ کار، فساد ساز، فتنہ باز اور چور، اچکے، لٹیرے، رہزن، ڈاکو، قذاق، پاکٹ مار، ہاتھ مارنے کا ماہر، زندہ ہو مردہ، اس کی یہ بری خصلت اس کا تعاقب کرتی رہتی ہے اور ایک دن وہ آتا ہے کہ اس کا پردہ چاک ہوکر رہتا ہے اور بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ ہی جاتا ہے۔ چوں کہ سیاہی وسفاہی اور روباہی و روسیاہی زیادہ دیر قائم نہیں رہتی۔ یہی اصول فطرت ہے اور قانون قدرت ہے۔

میرا ضمیر قطعی گوارا نہیں کرتا کہ ان بدبختوں کا نام میں اپنی زبان سے لوں یا اپنے قلم سے لکھوں، جنہوں نے حضرت شاہ حفیظ جیسی بے غبار و بے داغ شخصیت کو غبار آلود اور داغدار بنانے کی کوشش ناتمام کی ہے۔ وہ تو اپنی موت آپ ہی مرکھپ گئے۔ آنجہانی ہوکر شمسان گھاٹ کے کیڑے مکوڑوں کی خوراک بن گئے اور جو موجود ہیں، وہ بھی ایک دن خسران مبین یعنی سخت وسنگین ترین ٹوٹے وگھاٹے کی تاریک ترین دیوار سے چن دیئے جائیں گے۔ لیکن یہ اس لئے ضروری ہے کہ نئی نسلوں اور آنے والی پیڑھیوں کے دین و ایمان کو ان کے کھلے ڈلے مغالطوں سے بچایا جاسکے۔ سو یہ امر نامسعود اور یہ ناگزیر فریضہ ہر دور کے نباض علما، حساس مشائخ، ناقد بصیر والے اوصاف رکھنے والے محققین کی زبان و قلم سے سرانجام دیا جاتا رہا ہے اور یہ خیر وشر کی جنگ اور یہ ہدایت وضلالت کی لڑائی اور یہ نیکی و بدی کی آوزش و پیکار اس وقت تک پوری قوت وتوانائی کے ساتھ جاری رہے گی، جب تک کہ لیل ونہار کی گردش باقی رہے گی، پرندے چہچہاتے، درندے چنگھاڑتے،



کھیت لہلہاتے، چمن زار مسکراتے رہیں گے اور پھولوں کی پنکھڑیوں پہ شبنم ڈھلکتی رہے گی ۔

یہ کہانی کوئی نئی نہیں، بڑی دیر اور بڑے دور سے ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ ہر دہر اور ہر دیار میں محض کردار بدلتے رہے ہیں۔ سو آج ہمیں بھی اس کا پارٹ بننا اور اس کے اسکرین پر نمودار ہونا پڑتا ہے۔ حضرت شاہ حفیظ الدین نے بھی خود اس کہانی کے منفی کردار کی سرکوبی کی ہے اور گوش مالی بھی، بیخ کنی بھی کی ہے اور ردوابطال بلیغ بھی، قولا وقلما بھی کی ہے اور فعلا وعملا بھی۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح کہ سارا خاندان ولی اللٰہی اسماعیل دہلوی پر ٹوٹ پڑا تھا۔ یہی صورت حال حضرت شاہ حفیظ الدین کی بھی ہے کہ ان کے شاگردوں میں ایک (عابد چندی پوری) اور ان کے پوتوں میں ایک (فیاض نامی شخص) باغی وطاغی، خائن وخاسر اور شریر وسرکش بن کر نکل کھڑا ہوا۔ اس جراثیم وزہر قاتل کا تریاق کئیوں نے ڈھونڈ نکالا۔ اول تو خود ان کا خانوادہ اس میں پیش پیش رہا اور ہے اور ایسے ہی ان کے نسل در نسل تلامذہ ومریدین بھی اور تمام کے تمام علمائے اہل حق بھی۔

اسی سلسلے کی ایک تازہ کاوش بلیغ ہے 'یہ ڈنکے کی چوٹ ہے'۔ یہ کوئی کتاب نہیں، بلکہ یہ ایک قہر الٰہی، برق خاطف، سیف قاطع اور تیغ براں ہے ان دسیسہ کاروں اور دغابازوں کے لئے، جو حضرت شاہ حفیظ الدین کے شفاف دامن پر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ سیاہ دھبے کی گھات یا ٹوہ میں رہتے ہیں۔ کتاب کیا ہے، ایک چمکتا دمکتا آئینہ ہے، جو دکھاتا ہے حضرت شاہ حفیظ الدین کی اجلی اجلی شخصیت کو، گوری گوری سیرت کو، کھلے کھلے عقائد ومعمولات کو، دھلے دھلے افکار ونظریات کو اور اجالے اجالے افعال و اطوار کو۔ جی ہاں! یہ کتاب مستطاب نہ کوئی ہوائی محل ہے، نہ خلائی وفضائی قلعہ، نہ شیر قالین کی دھاڑ اور نہ ہی ریتوں کی دیوار، بلکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے، جو اونٹوں کے مضبوط کوہان جیسی اپنی پشت پر بھاری و بھرکم، وزنی و آہنی، تحقیقی وتاریخی اور تجزیاتی دلائل و براہین، شواہد ونظائر کا انبار وبھنڈار لادے ہوئے ہے کہ اپنوں کی باچھیں کھل کھل جاتی ہیں اور ناقدین ومخالفین کا سارا کا سارا کس بل اور بھرکس شیطان کے گوز کی طرح نکل چکا ہوتا ہے۔

ایسی قابلانہ وفاضلانہ اور محققانہ وناقدانہ کتاب کے منظر عام پر آنے کے زریں موقع پر یہ خاکسار و گنہگار راقم سطور غلا جابر شمس پورنوی مصنف کتاب کو دل ودماغ اور قلب وجگر کی ہر جہت اور زاویہ سے خلوص ومحبت بھری مبارک باد، محض رسمی طور پر ایک بار نہیں، صد بار پیش کرتے ہوئے آئندہ بھی اسی طرح تحریری وقلمی معرکہ آرائی کی خواہشات وتوقعات کا برملا اعلان واظہار کرتا ہے۔ جی تو اب سن لیا جائے کہ علم وادب اور تلاش وجستجو کا خوش نما خوگر و پیکر وہ قد زیبا والا جوان رعنا ہے محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری زید علمہ وشرفہ القوی والباری۔ محمد ساجد رضا بفضل خدا کتاب ہدایت وحکمت قرآن کریم کے بہترین خوش آواز حافظ وقاری ہیں۔ نصاب درس نظامی کی تکمیل نہ کرنے پر بھی علما کی کسی دستار بند ٹولی وٹیم اور سکہ بند ٹکری ونفری سے کسی صورت کم نہیں، بلکہ بہتوں سے بہت بہتر، بہت بہتروں سے برتر اور اپنے ہم عمروں سے او پر نظر آتے ہیں۔

میری ادھیڑ عمر والی آنکھوں نے ان کو کبھی دیکھا نہیں اور نہ ہی ان کی پوری کتاب پڑھی ۔لیکن اس ان دیکھے مصنف اور ادھ پڑھی کتاب نے نظر نہ آئے اس قالب کی قلبی کیفیت ،نگاہ سے کبھی چار نہ ہوئے اس لفاف کے ملفوف کا حسن وبانک پن، تحریری جوہر اور تلاش و تتبع کے ہنر وگر کی نورانیت کو سامنے بکھیر کر رکھ دی۔ صحراؤں کا سکوت، دریاؤں کی روانی ، چڑیاؤں کی چہکار اور لالہ زاروں کی مہکار پیدا کرنے والے ائے خالق ارض وسما! تو قادر ہے۔ تیری قدرت وسیع ہے، تو حافظ وناصر ہے، تو حفاظت ونصرت فرما!! اس صالح فکر اور سلیم فطرت مصنف کی، حسد سے، نظر بد سے، زمانے کی بے رحم ناہمواریوں کے سخت کرخت تھپیڑوں سے، نامساعد وقت اور حالات کے ناہنجار ہچکولوں سے، اس جیسے ہزاروں ہزار، کثیر در کثیر محمد ساجد رضا پیدا کر، کتاب اور مصنف کتاب کو اپنی بارگاہ ذی جاہ میں شرف قبولیت سے نواز کر نافع خلائق بنا۔ آمین بجاہ خاتم المرسلین۔

☆......☆......☆



# تقریظ جلیل

مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

ممبئی اردو نیوز کے مستقل کالم نگار، درجن بھر کتابوں کے مصنف ومحقق اور سیکڑوں مقالوں کے مالک فاضل محقق فقیہ زماں حضرت علامہ مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی نوری دارالافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی کے صدر مفتی اور الجامعۃ الرضویہ کلیان ضلع تھانے (ممبئی) مہاراشٹر کے شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا اور شہر بھیونڈی کے قاضی شرع ہیں

**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**

**حامدا ومصلیاً ومسلماً**

خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف بارسوئی، سرزمین سیمانچل بہار کے معروف ضلع کٹیہار میں واقع ایک قدیم ترین روحانی وعرفانی مرکز ہے جہاں سے ہزاروں فرزندان توحید ورسالت تقریبا ڈیڑھ سو سال سے مشکاۃ نبوت سے معطر ہو رہے ہیں، اس خانقاہ کے والی دسر براہ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین واقف اسرار شریعت وطریقت حضرت العلام الشاہ محمد حفیظ الدین لطیفی ابوالعلائی (ولادت ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۸ء، وصال ۱۳۳۳ھ مطابق 1915ء) ہیں۔

آپ کی ذات ستودہ صفات اہل علم ومعرفت اور اہل دیار کے نزدیک محتاج تعارف نہیں، آپ علم وفضل، زہد وورع، فضل وشرف، تقوی وطہارت میں یگانہ روزگار اور تصوف وسلوک میں اپنے معاصرین میں ممتاز ومنفرد نظر آتے تھے، آپ نے علوم ظاہری و

باطنی کی تکمیل کے بعد اس بنجر زمین (سرزمین سیمانچل) کو رشد وہدایت، دعوت وارشاد اور اشاعت دین وسنیت کے لیے منتخب کیا، آپ کی مخلصانہ کوششوں اور دیرینہ جہد وسعی سے اس دیار میں علم وفن کا شمع روشن ہوا، جو روز افزوں روشنی بکھیرتا رہا، دیکھتے دیکھتے ہی پورا علاقہ روشن ومنور ہو گیا اور ہر طرف اسلامی نور ونکہت کی بہاریں نظر آنے لگیں۔

حضرت لطیفی علیہ الرحمہ امام اہل سنت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رضی اللہ تعالی کے معاصر، بڑے متصلب سنی عالم وفاضل اور تصوف وسلوک کے مسلم الثبوت بزرگ تھے، آپ نے اس علاقہ کی جہالت، یہاں کے فرسودہ رسومات اور طرح طرح کے خرافات کو سماج سے ختم کرنے کی خوب خوب کوشش وسعی فرمائی، آج جو اس دیار میں اہل سنت وجماعت کی کھیتی ہری بھری اور گلشن اہل سنت وجماعت شاد وآباد ہے یہ سب انہی مرد حق آگاہ کی رہین منت ہے۔

آپ نے دین وسنیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دئے وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، علاقہ بھر میں آپ کی ذات ستودہ صفات سنیت کا معیار اور اہل سنت کی پہچان ہے، آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل کا جو فریضہ انجام دیا تاریخ وسیرت میں سنہرے حرفوں سے لکھا جاتا ہے، اس کے علاوہ آپ کی کتاب زندگی میں ایسے کثیر ابواب شامل ہیں جن سے یہ بات چڑھتے دن کی طرح واضح وروشن ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے زمانے کے تمام گمراہ اور باطل فرقوں اور عقائد اہل سنت کے مخالف ومزاحم عقیدوں پر کاربند فرقوں کا نہ صرف وعظ وتقریر اور تحریر وقلم کے ذریعہ بلکہ عملا علاقہ میں گھوم گھوم کر پرزور ردوابطال فرمایا اور یہاں کے باشندگان وساکنان کے ایمان وعقیدہ کا تحفظ فرمایا۔ ایسی کھلی شہادتوں کے بعد بھی آپ کی پاکیزہ شخصیت کو مورد طعن گرداننا یا آپ کی طرف صلح کل کی نسبت کرنا زمینی حقائق سے منہ موڑنا اور جہالت وہٹ دھرمی کی دلیل ہے۔

زیر نظر مجموعہ میں آپ کی صداقت وحقانیت، دینی تصلب، عقائد اہل سنت میں آپ کی پختگی، باطل وعاطل اور گمراہ فرقوں کے ردوطرد اور ان سے قلبی منافرت پر واضح اور



روشن دلائل پیش کئے گئے ہیں، رسالہ گو کہ مختصر ہے مگر نہایت جامع اور مفید ہے، اس کے مرتب محب گرامی فاضل نوجوان مولانا ساجد رضا رضوی زید حبہ اس دیار علم کے ہونہار اور ذی استعداد عالم دین ہیں تحریر وقلم سے بھی خاصا شغف رکھتے ہے، اور کئی کتابوں کے مصنف ومرتب ہیں اس اہم پیش رفت پر مولانا موصوف قابل مبارک باد ہیں۔

دعا ہے کہ مولی تعالی حضرت کا روحانی فیضان مزید عام وتام کرے ان کے صدقے ہمیں اور ہماری نسلوں کو بدمذہبیت سے محفوظ ومامون فرمائے، اور اس رسالہ کے مرتب وجملہ شرکاء کار کو ثواب اخروی سے مالا مال فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

دعا گو ودعا جو

فقیر محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

نوری دارالافتا سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی

قاضی شرع بھیونڈی/شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا الجامعۃ الرضویہ کلیان

# تقریظ جمیل

مولانا غلام رسول سعدی

فاضل محقق حضرت علامہ مولانا ابوضیا غلام رسول سعدی کٹیہاری خطیب وامام مسجد علی بلگام کرناٹک حضرت شیخ الاسلام دام ظلہ، حضرت قائد ملت کچھوچھوی اورحضرت مفتی انوار الحق نوری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند بریلی شریف کے خلیفہ ہیں، موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں، تحریر وقلم سے مضبوط رشتہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی انہیں مزید بلندی عطا فرمائے

## حامدا و مصلیا و مسلما

ہمدرد قوم وملت احسن القراء ضیاء الحفاظ حضرت حافظ وقاری محمد ساجد رضا قادری رضوی صاحب قبلہ (جگناتھ پور (بیلوا) آباد پور، بارسوئی، ضلع کٹیہار بہار انڈیا، کو بہت پہلے سے تو میں نہیں جانتا البتہ 15 /فروری 2022ء کو جب میں فخر سیمانچل قدوۃ العلماء زبدۃ الفضلاء رفیق کار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی حضرت علامہ مولانا الشاہ خواجہ حفیظ الدین لطیفی برہانی نقشبندی قدس سرہ النورانی کی بارگاہ عالیہ رحمن پور تکیہ شریف میں بغرض حاضری وزیارت پہنچا اور مربئ اہلسنت، چشم وچراغ سرکار حفیظ ملت، ماہر فکر و فن، پیکر حسن واخلاق، صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا خواجہ ساجد عالم صاحب قبلہ لطیفی مصباحی دام ظلہ العالی، نائب صدر المدرسین مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ، رحمان پور، تکیہ شریف، بارسوئی کٹیہار بہار کی زیارت وملاقات اور حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر کچھ لکھنے کے توسل سے عرض ومعروض لئے خانقاہ حاضر ہوا۔ اور بعد ملاقات وشرف زیارت، حضرت خواجہ صاحب موصوف نے حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کا ذکر خیر اور پاکیزہ خدمات وکارنامے کا ایسا سلسلہ شروع فرمایا کہ میں حضرت والا کی گفتگو اور بابرکات ملفوظات سے بھرپور فیضیاب ہوتا رہا یہاں تک کہ گفتگو کا سلسلہ اتنا طویل ہوگیا کہ تقریباً گیارہ بجے صبح سے لیکر قبل عشاء تک جاری رہا اور دوران



کلام آپ نے حضرت خواجہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کے عقائد وخیالات کے تعلق سے ایک کتاب دکھائی جس کا تاریخی نام،، مکتوبات علماء وکلام اہل صفا،، (۱۳۱۴ھ) ہے اس میں سرکار حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کے ذکر خیر کے ساتھ آپ کی عالی فکر وعقائد اہلسنت کا تذکرہ موجود ہے اور یہ کتاب بہت کم ملتی ہے، میں نے جب کتاب کے حاصل کرنے کا ذریعہ پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے یہ کتاب نیٹ کے ذریعے سے آباد پور، بارسوئی کے حافظ وقاری محمد ساجد رضا قادری صاحب نے بھیجی ہے۔ اسے نیٹ سے زیروکس نکال کر کے اپنے پاس محفوظ رکھا ہوں۔ اور انہیں کے پاس سے وہ کتاب نیٹ کے ذریعے مل جائے گی اور پھر حضرت حافظ وقاری محمد ساجد رضا قادری رضوی صاحب کا نمبر عنایت کیا۔ اور آپ نے فرمایا، حضرت حافظ وقاری محمد ساجد رضا قادری صاحب، بہت اعلی فکر، بزرگوں کی سیرت نگار اور قوم وملت کی خدمت کا عمدہ جذبہ رکھتے ہیں۔ بعدازاں میں نے حضرت حافظ وقاری محمد ساجد رضا قادری رضوی صاحب سے رابطہ کیا، موصوف نے مجھے بھی اسے یعنی،، مکتوبات علما وکلام اہلِ صفا،، واٹس ایپ کے ذریعے سے عنایت فرمایا، جسے میں بھی محفوظ رکھا ہوں۔ جب سے وقتاً فوقتاً گفتگو کا سلسلہ جاری ہے اور اب یہ رسالہ بنام،، گوش برآواز ہوجاؤ! یہ ڈنکے کی چوٹ ہے،، پر موصوف حافظ صاحب قبلہ نے مجھے کچھ لکھنے کی فرمائش کی ہے۔

مجھ جیسا حقیر وفقیر جو لوح وقلم کی دنیا وجہان سے کوئی زیادہ رشتہ نہ رکھتا ہو، وہ کیا کچھ تحریر کرے یا انشا پردازی کا جوہر دکھلائے۔ البتہ معیار سنیت، فخر سیمانچل، فاضل اجل، قدوۃ العلماء زبدۃ الفضلاء سراج السالکین شمس العارفین برہان العاشقین حضرت مولانا الشاہ خواجہ حفیظ الدین لطیفی برہانی ابوالعلائی نقشبندی کٹیہاری بہاری علیہ الرحمہ کے غلاموں کی فہرست میں عصیاں شعار کا بھی نام آجائے، صرف یہی خیال بس کرتا ہے، حضرت سیدنا سفیان بن عُیَینہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان عالیشان بھی ہے۔،، عِندَ ذِکرِ الصّالحِینَ تَنَزَّلُ الرّحمہ،، یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۵) اسی نیت سے اپنے مشام جاں کو معطر کرنے اور اللہ رب العزت کی خصوصی رحمتوں سے فیضیاب ہونے کی امید باندھے چند سطور سپرد قرطاس کر رہا ہوں۔

معلوم ہو کہ قطب سیمانچل، ومعیار سنیت، فاضل اجل، قدوۃ العلماء زبدۃ الفضلاء سراج السالکین شمس العارفین برہان العاشقین حضرت مولانا الشاہ خواجہ حفیظ الدین لطیفی برہانی ابوالعلائی نقشبندی کٹیہاری علیہ الرحمہ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی، اور حافظ بخاری حضرت علامہ عبدالصمد سہسوانی علیہم الرحمہ کے ساتھ قربت اور ہم مجلسی کا ثبوت ملتا ہے واقعہ یہ ہے کہ جب تحریک ندوہ کی شرانگیزی وفتنہ سامانی حد سے فزوں ہوئی تو ان مذکورۃ الصدر حضرات نے اس کے بالمقابل تحریک ردندوہ کی داغ بیل ڈالی اور اس کے پلیٹ فارم سے اصلاح امت اور دین کا کام شروع فرمایا۔ اس مہم کی بھرپور کامیابی کے لئے چونکہ ہم فکر وخیال افراد ورجال کی ضرورت تھی اس لئے ان بزرگوں نے ملک بھر کے طول وعرض سے اکابر واعاظم علماء ومشائخ اہلسنت کو اس تحریک سے جوڑنا چاہا۔ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ اسی موقع پر ان حضرات سے قریب ہوئے اور پھر رفتہ رفتہ ان بزرگوں کے درمیان باہمی وابستگی استوار ہوئی۔

مزید اس تعلق سے مرقوم ہے کہ ندوۃ العلماء کے خلاف جب تحریک ردندوہ کی بنیاد پڑی تو ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں جلسے اور کانفرنس ہوئیں اور کافی زور و شور سے اس کی مخالفت ہوئی۔ اس مخالفت میں مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی رحمن پوری، کٹیہاری علیہ الرحمہ بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے دوش بدوش شریک سفر اور رفیق کار رہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اس تحریک میں شامل ہو نے کے لئے آپ کو خصوصی دعوت نامہ پیش کیا جس کا ذکر حضرت علامہ قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی نے اپنی کتاب ⁕⁕ دربار حق وہدایت،، میں کیا ہے۔ اس کا اقتباس پیش کرتے ہوئے چشم وچراغ حضور حفیظ ملت، نبیرہ حضور وحید اصغر، شہزادہ حضور فرہاد سرکار علیہ الرحمہ، صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی لطیفی صاحب قبلہ اپنی کتاب،، حیات حفیظی،، میں رقم طراز ہیں۔

،، ملک گیر سطح پر بڑے بڑے مرکزی شہروں پٹنہ، کلکتہ، بنگلور، مدراس وغیرہ میں عظیم الشان وتاریخ ساز جلسے وکانفرنس ہوئیں۔ پٹنہ میں ہفت روزہ



اجلاس منعقد ہوا جو 5 تا 11 رجب المرجب 1318ھ کی تاریخوں میں تھا۔ اس میں ملک بھر کے 313 چیدہ چیدہ اعاظم علماء ومشائخ کرام مدعو کئے گئے۔ مشرقی بہار کی نمائندگی کے لئے محب الرسول تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی، اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حضرت لطیفی برہانی علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا۔ اور دعوت شمولیت وشرکت دی۔ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ شرکت کے لئے پٹنہ تشریف لے گئے۔ اور اجلاس کی ساری کارروائیوں اور سرگرمیوں میں نمایاں حیثیت سے اختتام تک شریک رہے۔ پھر آپ یہاں سے کاروان ردندوہ کا مستقل حصہ بن گئے اور مدراس کے آخری اجلاس تحریک منعقدہ 1920 تک متحرک وفعال ہوکر شریک رہے۔ [حیات حفیظی ص23]

**آخری بات:**

حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برھانی علیہ الرحمہ اہلسنت وجماعت جسے آج کی اصطلاح میں (بریلوی) کہا جاتا ہے کے صراط مستقیم پر نہ صرف گامزن بلکہ اس کے بہادر سپاہی اور سرفروش مرد مجاہد تھے۔ چودہویں صدی ہجری میں مجدد اسلام اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی، شیخ المشائخ مخدوم الاولیاء حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی، تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی، بحر الاسرار حضرت شاہ عبدالعلیم آسی غازی پوری، شیخ الاسلام حیدر آبادی وغیرہم کی ذوات قدسیہ سے عالمی سطح پر اہلسنت وجماعت کی پہچان بنی، حضرت لطیفی علیہ الرحمہ اسی نورانی قطار کے ایک فرد اور اسی زریں سلسلے کی ایک اٹوٹ کڑی ہیں۔ اسی مشرقی بہار دیار پر بہار میں آپ ہی کی ہستی باکمال اہلسنت وجماعت کی علامت وشناخت سمجھی گئی ہے۔ اور گم گشتگان منزل نے آپ ہی کے نقش قدم پر چل کر نشان مقصود کو پالیا ہے۔

اب اس سے زیادہ آپ کے تعلق سے کیا رقم کروں جو اظہر من الشمس ہیں۔ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برھانی علیہ الرحمہ کے تعلق سے مزید معلومات کے لئے،، گوش برآواز ہوجاؤ! یہ ڈنکے کی چوٹ ہے،، کے اوراق پلٹیں اور اذہان وقلوب کو جلا بخشیں۔

خطہ سیمانچل میں آپ کی ذات ستودہ صفات معیار سنیت اور رفیقِ کار سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہونے کے باوجود اگر کوئی آپ کے عقائد و معمولات پر کچھ کلام کرتا ہے یا زبان درازی کرتا ہے یا داغدار کرنا چاہتا ہے تو یقین جانئے ،اس کی یہ ناپاک اور گھنونی حرکت صرف معیوب نہیں بلکہ معیوب تر ہے۔ جسے اہل فہم و فراست نہ برداشت کئے تھے اور نہ برداشت کریں گے۔فرمان باری تعالیٰ ہے۔،، جَاءَ الحَقُّ وَ زَهَقَ البَاطِل ،،ترجمہ: حق آیا اور باطل مٹ گیا۔(پارہ ۱۵،سورہ بنی اسرائیل،آیت نمبر ۸۱)

اور الحمدللہ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برھانی علیہ الرحمہ کے تعلق سے حق تو پہلے ہی سے واضح تھا مگر چند شریروں نے زمانہ ماضی میں آپ کے عقائد و معمولات پر انگشت نمائی کی ہیں تو اب یہ رسالہ بنام،، گوش برآواز ہوجاؤ! یہ ڈنکے کی چوٹ ہے،،۔ سے ان کا مکمل علاج ہوجائے گا اور حضرت مولانا شاہ خواجہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کے افکار و خیالات مزید روز روشن کی طرح عیاں و بیاں ہوجائیں گے۔اور باطل کو مٹنا تھا اور مٹ ہی گیا ہے،جن کا نہ نام ہے نہ کام ہے نہ باقی نشان ہے۔

بس اخیر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ رب لم یزل میں دعا ہے کہ مولائے کریم بطفیل رؤف رحیم ﷺ حضرت حافظ وقاری محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ تحریر و قلم ،اور زندگی کے ہر خیر والے معاملے میں مزید برکتیں وسعتیں اور رحمتیں عطا فرمائے اور اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مقبول انام بنائے۔ آمین بجاہ اشرف الانبیاء والمرسلین ﷺ فقط

دعا گو و دعا جو

اسیر شیخ اعظم گدائے حفیظی

فقیر ابوضیاء غلام رسول سعدی، آسوی، قادری، چشتی، اشرفی، رضوی

مقام بوہر، پوسٹ تیلتا، ضلع کٹیہار بہار انڈیا

مقیم: مسجد علی، بلگام کرناٹک، انڈیا

۱۸/محرم الحرام ۱۴۴۴ھ بمطابق ۱۷/اگست ۲۰۲۲ء بروز بدھ



# حضرت لطیفی کا مختصر تعارف

زبدۃ السالکین،سراج العارفین،قطب المشائخ،معیار اہل سنت حضرت علامہ مولانا شاہ محمد حفیظ الدین متخلص بہ لطیفی قدس سرہ ۱۸۲۸ء مطابق ۱۲۴۵ھ کو چشتی نگر، کنہریا نزد اعظم نگر، سب ڈویژن بارسوئی (قدیم ضلع پورنیہ) موجودہ ضلع کٹیہار بہار میں پیدا ہوئے ،والد ماجد کا نام شیخ حسین علی تھا،آپ ابھی زمانہ طفلی کے دن گن ہی رہے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا،لیکن ازلی سعادت و نیک بختی سایہ کناں تھی کہ دینی تعلیم و تربیت کی جانب طبیعت مائل ہوئی ،ابتدائی تعلیم و تربیت موضع رسول پور میں حاصل کی، وہاں سے پٹنہ، بعدازیں لکھنؤ فرنگی محل میں وارد ہوئے ،اور آخرش دہلی میں تعلیمی سفر کا تکملہ ہوا،اور مسلک ولی اللہی [۱] کا جام حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ [متوفی ۱۲۵۹ھ

---

[۱] مسلک ولی اللہی سے مراد وہ مسلک ہے جس کے حامل شہزادگان شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان شاہ محمد موسی اور شاہ محمد مخصوص اللہ اور اس خاندان کے شاگردان عزیز مثل مولانا منورالدین ،شاہ سلامت اللہ کشفی ،مولانا فضل رسول بدایونی ،شاہ آل رسول مارہروی ،علامہ فضل حق خیرآبادی وغیرھم ہیں ،جنھوں نے خاندان و بزرگان ولی اللہی کی کتابوں سے بابائے وہابیت یعنی غیر مقلدیت و دیوبندیت کے امام مولوی اسماعیل کی تردیدیں فرمائیں،مطلب یہ کہ وہابیت سوز ولی اللہی مسلک ۔جیسا کہ مسٹر ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے۔،،(مولانا منورالدین کا) ایک رسالہ اس باب میں ہے کہ مولانا اسماعیل شہید کے عقائد کا رد خود ان ہی کے خاندان اور اساتذہ کی کتب سے کیا جائے ،چنانچہ اس میں ہر مسئلے کے رد میں شاہ عبدالرحیم ،شاہ ولی اللہ ،شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے اقوال سے اپنے نزدیک رد کیا ہے،، [آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی :ص:37] نہ کہ وہابیت نواز ولی اللہی مسلک جس کے دعویدار وہابیہ اور دیابنہ ہیں اصل ولی اللہی مسلک سے نہ غیر مقلدین کا واسطہ ہے اور نہ ہی دیابنہ کا ،جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولوی انظر شاہ کشمیری [مولوی انور شاہ کے بیٹے] کی تحقیق ہے،، پس میرے نزدیک دیوبندیت خالص ولی اللہی فکر بھی نہیں ،اور نہ کسی خاص خانوادہ کی لگی بندھی فکر دولت و متاع میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتدا میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ اکبر مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے۔[مضمون ملحقہ،،دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟ص 132] سمجھ میں آیا کہ اصل مسلک ولی اللہی سے علمائے دیوبند کا ذرہ برابر بھی واسطہ نہیں ہے۔

مطابق [ ۱۸۴۲ء ] اور حضرت مولانا شاہ محمد مخصوص اللہ [ متوفی ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء ] علیہما الرحمہ سے پی کر وطن مالوف کی بجائے پٹنہ سٹی میں آگئے، ظاہری علوم فنون سے آراستہ وپیراستہ ہوگئے تو تھے ہی، مگر ابھی پیاس بجھی نہیں تھی، باطنی علوم سے آشنائی کے لئے امام السالکین زبدۃ الصالحین خیر الواصلین حضرت سیدنا محمد منعم پاکباز رضی اللہ تعالی عنہ بانی آستانہ عالیہ منعمیہ متن گھاٹ، پٹنہ سیٹی، پٹنہ کے مزار پرانوار میں مراقب ہوئے، اور باشارۂ غیبی حضرت شاہ خواجہ محمد لطیف علی قدس سرہ سے مرید ہوئے، جیسا کہ خود آپ نے دیوان لطیفی میں ایک شعر کے اندر فرمایا ہے۔

از خطاب ارجعی بشنیدہ ام
از وفور وجد رقصانم ہنوز

حضرت خواجہ شاہ محمد مومن نقشبندی ابوالعلائی،، مشائخ نقشبندیہ ابوالعلائیہ ،، ص:163 میں فرماتے ہیں۔

’’حضرت جد طریقت مولانا حفیظ الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد کے ایسے عاشق تھے کہ اپنا تخلص لطیفی رکھا تھا‘‘

لہذا آپ بارہ برس کامل خدمت مرشد میں رہے، پھر مرشد برحق نے علوم ظاہری وباطنی کی نہریں رواں کرنے کا حکم دیا، تو خانقاہ کبیریہ سہسرام، بھاگل پور، شاہجہاں پور وغیرہ مقامات میں مسند درس وتدریس بچھائی، اور ایک سے بڑھ کر ایک علوم وفنون کے چمکتے ماہ ونجوم تیار کئے، پھر ارشاد مرشد کی تکمیل میں اپنے دیار کے بحر ظلمات کو مٹانے، اور علم وفن کی روشنی بکھیرنے روانہ ہوگئے۔

مشرقی بہار اور مغربی بنگال میں آپ نے کس قدر دینی وملی خدمات سرانجام دیں، اس حوالے سے اطلاعات ومعلومات علمائے اہل قلم اور بالخصوص نبیرۂ حفیظ ملت صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا الشاہ خواجہ ساجد عالم لطیفی دام ظلہ قرطاس ابیض کے سینے میں منقش فرماچکے ہیں، جس کی یہاں پر ضرورت ہے، اور نہ ہی یہ رسالہ اس کا متحمل ہے۔

البتہ اتنا بتادینا کافی ہوگا کہ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ اہل سنت کی ایک عظیم القدر بلند قامت



علمی وعملی ہمالیائی شخصیت تھی، جن کی خدمات دینی، قومی، وملی سے سیمانچل کا چپہ چپہ گوشہ گوشہ پرنور رہے، اور آفاق وانفس کی پنہائیوں میں اس کی جلوہ ریزیاں آنکھیں خیرہ کررہی ہیں، بایں سبب آج بھی آپ کی ذات والاصفات سرزمین سیمانچل میں مثل آفتاب وماہتاب تابندہ وروشن ہے۔

## آمدم برسر مطلب

زبدۃ السالکین، سراج العارفین، قطب المشائخ، معیار سنیت، حضرت علامہ مولانا شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی برہانی ابوالعلائی علیہ الرحمہ، خالص سنی صحیح العقیدہ صوفی صافی بزرگ تھے، خطہ سیمانچل میں آپ کی حیثیت ومرتبے کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس پرفتن دور میں جبکہ نصف درجن سے زائد فرقے مزخرفے ہندوستان کی سرزمین میں اودھم مچارہے تھے، اک طوفان تھا جس میں بڑے بڑے اساطین امت بھی بہہ گئے، باوجود اس کے آپ نہ صرف قدیم حنفی طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہے، بلکہ اس کا دفاع بھی فرمایا، یعنی اسی مسلک کے حامل تھے، جسے دور حاضر میں بریلویت کے عرفی نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، بلکہ اس کے ایک مضبوط سپاہی اور یہاں کے مسلمانوں کے میر کارواں تھے، اس علاقے میں آپ ہی کی ذات والا درجات خیالات واعتقادات اہل سنت کا علامتی نشان بنی ہوئی تھی، لہذا آپ ان تمام نوزائدہ وہبیائی، تبلیغیائی، چکڑالویائی، قادیانیائی، اور دیگر باطل وگمراہ کن فرقوں سے نہ صرف دور تھے، بلکہ آپ نے ان کی علمی، عملی اور قلمی وصوفیانہ طور پر تردید بھی فرمائی تھی، جس پر خود ان کی ذات والاصفات کی تصنیفات وکارنامے شاہد عدل ہیں۔

لیکن اس کے باوجود وہابیت کے کارکنان وملازمین آپ کو مذہبی طور پر بلیک میل واغوا کرنے پر تلے ہوئے ہیں، بزرگان اہل سنت کو وہابی دیوبندی وغیر مقلد وغیرہ بنا کر پیش کرنے کی یہ پہلی خطرناک پلاننگ وجرات بیجا نہیں ہے کہ اس پر حیرت کی جائے بلکہ یہ تو مشہور ومعمول ہے، ان کی فہرست تیار کی جائے تو ایک الگ دفتر بن جائے گا،، مشتے نمونہ

ازخروارے،، چنداسماءملاحظہ فرمالیجئے۔

پیرمہرعلی شاہ، پیرسید جماعت علی شاہ، مولانا حسن جان فاروقی سرہندی، علامہ غلام دستگیر قصوری، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ صدرالدین آزردہ دہلوی، پروفیسر الیاس برنی، وغیرھم

## وہابیوں کی سرشت:

حضرت علامہ لطیفی علیہ الرحمہ اوران کے اہل خاندان پر وہابیت نما دیوبندیت کی یورش و یلغار کی تاریخ کا مطالعہ کریں، اس سے قبل آپ وہابیہ کی معصومانہ صورت اور جبہ ودستار کی اوٹ میں چھپے طبعی شدت پسندی، نجدی خباثت ودرندگی کی فطری سرشت کا نمونہ ملاحظہ فرمالیجئے۔

غیر منقسم ہندوستان کی ایک گراں قدر شخصیت مفتئ عرب وعجم حضرت فانی فی اللہ باقی باللہ مولانا مولوی عبیداللہ ملتانی [و۱۲۱۹ھ/م ۱۳۰۵ھ مطابق ۲۰/جنوری ۱۸۸۸ء] چشتی القادری علیہ الرحمۃ الباری تعارف کا محتاج نہیں، آپ ان بزرگوں میں سے تھے، جو اولیں زمانے میں دافع ظلمات، قاطع بدعات، ردوہابیت کے شعبہ میں اپنی بے لوث خدمات انجام دے چکے تھے، آج ان کے اہل خاندان کے مذہبی احوال کا جائزہ لیجئے، تو معلوم ہوگا کہ جن کے پرکھوں نے کبھی وہابیت کو ناکوں چنے چبوائے تھے، جن کا رویہ وہابیت کش، اور چلنا پھرنا وہابیت شکن تھا، آج انہیں کی اولادیں وہابیت نواز ہیں۔

خیر! خواجہ ملتانی کے گھرانے کی تفصیل خودخواجہ عبیداللہ ملتانی کی کتاب رد الوہابیہ کے مختصر مقدمہ سے معلوم کیجئے، اورسر دھنئے۔

> برسوں قبل ایک گھاگ نجدی نے کہا تھا برخوردار! آپ لوگ ہماری سرشت سے واقف نہیں، معافی ودرگذر کا لفظ ہم نے لغت سے نکال دیا ہے، جس سے ہماری ٹھن جائے ہم خم ٹھونک کر بدلا لیتے ہیں۔ ایک صدی پہلے جزیرۂ عرب کی سرزمین ہمارے اوپر تنگ کردی گئی، ہم



> نے بے پناہ مشکلات کی زنجیریں کاٹ کر دشمن کو تہہ وبالا کردیا اب وہاں یاران نجد بلاشرکت غیرے سیاہ سفید کے مالک ہیں۔ مولوی عبیداللہ ملتانی نے وسط ایشیاء میں ہمارے خلاف جوزہرآلود تحریریں لکھی ہیں، ہمارے نوٹس میں ہیں، بلکہ ان کے نقول مکہ کے دار القضاء میں بھی پہنچ چکی ہیں۔ ہمارااعلان ہے ہم بدلہ لیں گے اس سلسلہ میں پروگرام پرعمل کا آغاز ہوچکا ہے، آج اس کی بعض اولادنہ صرف نجدیت نواز ہے بلکہ ''وہابی مشن،، کی اشاعت عام کے لئے ہراول دستے کا کام دے رہی ہے، آپ یادرکھیں ہم بدلہ لیں گے۔ اس کی نسل میں فکری فساد پیداکرکے، خانقاہی نظام سے بغاوت ہمارانصب العین ہے۔ ہائے ہائے

سردی میں کتنے جسم ہیں بیگانہ لباس — جنتی یہ چادریں ہیں مزاروں سے چھین لو

[مقدمہ ردالوہابیہ ص ۳]

یہ کہانی کسی تنہا خواجہ عبیداللہ ملتانی کے اہل خاندان کی نہیں ہے، بلکہ ہرخانقاہ وخاندان میں ملے گی، اور یہ کوئی اتفاق کی بات بھی نہیں ہے، بلکہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے، آپ تاریخ اٹھاکر دیکھ لیجئے، وہابیت نے ہراس گھر اور گھرانے میں سیندھ اورنقب زنی کی ہے، جوعلمی اور عملی طور پر ملت وقوم کے درمیان ذراسا بھی اثرورسوخ رکھتے تھے، چاہے وہ ولی اللہی خاندان ہو، یالکھنؤ کا فرنگی محل، یا کوئی خانقاہ ہو یااثر دار زمیندار، ہرجگہ سے ایک ہو یادوافراد کووہابیت کے دام وتزویر میں پھنساکرہی دم لیا، اور جہاں پرپھنسے، وہیں خاندان وگھرانے خانہ جنگی کا شکار، اور خانقاہوں کی خانقاہیں ویران اورغیر آباد ہوتی چلیں گئیں۔

معلوم ہوا کہ وہابیہ دیابنہ کے لمبے لمبے چوغے ودستار اورمعصومانہ صورت سے ہرگزحسن ظن قائم نہ کرنا چاہئے، جس طرح باہر سے بےنفس وبے روریا اور معصوم نظر آتے ہیں اس سے کہیں زیادہ دلوں میں دجل وفریب اور خطرناک وبھیانک چہرے اور

درندگیاں چھپی ہوئی ہیں، جوآپ کے متاع ایمان کوخاکستر کرنے کے لئے ہرلمحہ بے چین ہے۔

## وہابیوں کی یورش خانقاہ لطیفی پر:

لہذا وہابیت کی درندگی کا شکار ہوکر کتنے مشاہیر خاندان کے متاع ایمان وایقان تباہ وبرباد ہوئے، ان کی جانب قدرے اشارۃً تذکرہ ہوچکا ہے۔

لہذا بعینہ یہی حال سیمانچل کی معروف خانقاہ لطیفیہ تکیہ رحمن پور کٹیہار بہار کے ساتھ بھی پیش آیا ہے، بانی خانقاہ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ پر تو مکائد وہابیہ کا کچھ اثر نہیں ہوا، اور جب تک بقید حیات رہے، آپ نے کسی اہل خاندان اور منتسبین پر بھی بلائے وہابیت کا منحوس سایہ تک پڑنے نہیں دیا، بلکہ آپ نے اپنی زندگی میں اپنے دیار پر بہار سے بھی وہابیوں کو کھدیڑنے میں کبھی مداہنت سے کام نہیں لیا، ابھی آپ بقید حیات ہی تھے، آپ کا ایک نورنظر لخت جگر رامپور یوپی میں زیر تعلیم تھے، صاحب زادے کو اسی قماش کے ایک سازش کنندہ اور خبیث القلب نے اغوا کرلیا، اور دارالعلوم دیوبند میں عیاری ومکاری سے لے چلے گئے، تو جیسے ہی معلوم ہوا، آپ نے بذات خود بہ نفس نفیس دیوبند کا سفر اختیار فرمایا، اور صاحب زادے کو اپنے ہمراہ لے آئے، ان شاء اللہ آئندہ اوراق میں اس کی تفصیل آئے گی، لہذا جب تک آپ باحیات رہے، سیمانچل کی سرزمین وہابیہ ودیابنہ کے وجود نامسعود سے پاک وصاف رہی، لیکن جب خلد آشیاں ہوگئے، پھر وہی حربہ جو حضرت لطیفی پر آزمایا تھا، ان کے منتسبین اور مریدین وخلفاء پر آزمایا گیا، آپ کے ایک باثر شاگرد وخلیفہ مولوی عابد حسین چنڈی پور مالدہی کے پیچھے دو خبیث العقل مولوی عباس اور مولوی عطا مولیٰ دربھنگی سایے کی طرح چپک گئے، اسے اپنے دام تزویر میں پھانس کرہی دم لیا اور ساتھ ہی ساتھ خاص خانقاہ کے ایک فرد یعنی لطیفی صاحب کے پوتے کو بھی وہابیت نما دیوبندیت نے بالآخر اچکنے میں کامیاب ہوہی گئی۔

ان ایمان کے ان ہی لٹیروں، قذاقوں نے آپ کے مریدین ومتوسلین پر ہلا بولا، معاً



اہل خانقاہ ومحبین پر آج تک یہی حملے کرتے آرہے ہیں، اسی طرح کے چھلاوہ چھل کپٹ سے وہابی بنانے کی کافی کوشش اور جتن کرچکے ہیں، مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ملنے کے سبب سے خود حضرت لطیفی علیہ الرحمہ پر طرح طرح بلکہ ہرطرح، ہرجہت وزاویہ سے حملہ آور ہیں، کبھی تو انہیں سواد اعظم اہل سنت سے کاٹ کران کا ایک الگ،، مسلک،، قرار دیا، تو کبھی ان کا رجحان اور دل کا جھکاؤ باطل وعاطل فرقوں وہابیہ دیوبنہ وغیر مقلدین کی جانب بتایا۔

حضرت علامہ لطیفی علیہ الرحمہ کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی طرح ابن عبدالوہاب نجدی کا ہم خیال بنا کر پیش کرنا تو ممکن نہیں ہوا، اور نہ ہی ان کے سرپر دیوبندیت اور غیر مقلدیت کا جامہ وٹوپی پہنانے کی جسارت ہوئی، البتہ آپ کو اور آپ کے مسلک پاک کو دیوبندیت اور غیر مقلدیت کے تئیں بزور قرطاس وقلم، ،نرم گوشہ رکھنے والے،، ثابت کرنے کے لئے، ،صلح کل،، قرار دیدیا گیا، اور یہ سازش کسی اور نے نہیں بلکہ خود ان کے اپنے کہنے والے ایک ڈرامے نگار مثل،، ابن نوح،، نے رچی، حقیقت جس کا سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں ہے، اور یہ میں کوئی یوں ہی ہوا ہوائی بات نہیں کررہا، بلکہ خود حضرت شاہ لطیفی علیہ الرحمہ کی کتابوں اور ان کی سوانح میں ثبوت موجود ہیں۔

## تصوف کا ایک اہم ترین نکتہ:

**لمعہ اول:** حضرت علامہ لطیفی علیہ الرحمہ پر الزامات کی تردید ودفاع پر مبنی دلائل وبراہین کی وادی میں قدم رکھنے سے پیشتر تصوف کا ایک اہم ترین بنیادی نکتہ معلوم کرلینا چاہئے، اور وہ یہ کہ ہر انسان بہ اعتبار ابن آدم بلا کسی مذہب وملت کی تفریق کے بارگاہ خداوندی میں برابر رحم وکرم کا طلب گار رہتا ہے، اور فنافی اللہ بزرگان دین اسی بنیادی نکتہ کے سبب ہرمذہب وملت کے پیروکاروں سے معاشرتی طور پر برابر ویکساں سلوک روا رکھتے ہیں، اور تبلیغ واشاعت دین کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ بغیر اختلاف وجنگ کے اسلام کی خوشبودار تعلیمات ان [غیر مسلموں] تک پہونچائی جائیں، اور تاریخ اس بات کی تائید کرتی ہے کہ دنیا میں علی العموم اور ہندوستان میں بالخصوص اسلام کسی صاحب تخت وتاج کی تلوار

کے زور پر نہیں پھیلا بلکہ انہیں خدارسیدہ صاحب مصلیٰ وتسبیح کی بے لوث محنت تبلیغ کا نتیجہ ہے، غرض اسی نکتہ فکر کو حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے شعر کی صورت میں ڈھالا ہے، فرماتے ہیں۔

فارغاں رابا کسے ہرگز خلاف وجنگ نیست
جاہلاں ہرساعتے اندر خلافند وشقاق
عاشقاں تسبیح وزنارت یکے شد بے شکے
مذہب توعشق آمد مشرب تواشتیاق

دیوان لطیفی

مذکورہ بالا اشعار حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کی ایک خوبی وصفت فنافی اللہ اور عشق الٰہی کی رمز سے پردہ اٹھاتے ہیں، مگر آپ کی اس صفت ،، عشق الٰہی ،، کی پردہ پوشی کرکے حاسدین وبلیک میلروں نے غلط رخ دیدیا، اوراسے مسلکی طور پر ،، صلح کل ،، ثابت کرنے کے لئے بطور ثبوت پیش کردیا۔

اب ان عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے کہ علمائے وہابیہ یعنی دیوبندیہ وغیر مقلدین گلے میں زنار نہیں ڈالتے، بلکہ کفار ومشرکین اپنے گلوں میں زنار ڈالتے ہیں، ان اشعار کا مصداق اپنے اوراپنی جماعت کو کیوں قرار دیا؟ کہیں دل کا کفر، طبیعت کا عکاس، ترجمان بن کر، زبان سے سچائیت کو اگل تو نہیں دیا؟ پس یہ حضرت لطیفی کی کرامت ہی ہے کہ گئے تھے آپ کو ،، صلح کلی ،، بنانے، مگر خود زنار، شعار کفار، کو اپنے گلے کا پھندا بنالیا۔

## دوسرا لمعہ:

اوراگر کوئی صوفی مصلح کسی غلط عقیدہ وفکر کے حامل شخص یا جماعت کی تردید کردے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے، کہ وہ صوفی بزرگ تصوف کا علمبردار نہیں ہے۔ بلکہ صوفی مصلح ،، **اشداء علی الکفار رحماء بینهم** ،، کی صفات کا حامل بھی ہوتا ہے، جلال وجمال کے وصف سے متصف بھی ہوتا ہے، ایک صوفی مصلح کی نگاہ میں کوئی بھی بنام مسلم شخص لائق نفریں وملامت نہیں ہوتا، بلکہ ہر مجرم اور گمراہ وبدمذہب شخص بھی لائق ترحم و



اصلاح ہوتا ہے، اب اس مقام پر اصلاح کا طریقہ بدل جاتا ہے، کبھی روگردانی اختیار کرکے، کبھی سخت رویہ اپنا کر، اور کبھی تحریر پر تنویر کی شدت آمیزی سے، غرض **والموعظة بالحسنة** کو بروئے کار لاکر جیسے امراض ویسے علاج کئے جاتے ہیں۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کی صوفیت کا انکار کسے ہوسکتا ہے، مگر انہیں بھی بدعتیوں کی تردید نہ صرف مرغوب تھی، بلکہ ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر قرار دیتے تھے۔ امام ابن جوزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

،، مجھ سے بیان کیا گیا کہ محمد بن سہل البخاری نے کہا کہ ہم لوگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھے، انہوں نے بدعتیوں کی مذمت شروع کی، تو ایک نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ ذکر چھوڑ کر ہم کو حدیث سناتے تو ہم کو زیادہ پسند تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت غصہ ہوگئے اور فرمایا کہ بدعتیوں کی تردید میں میرا کلام کرنا مجھے ساٹھ برس کی عبادت سے زیادہ پسند ہے ،،۔

[تلبیس ابلیس ص38]

حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نہ صرف ایک صوفی المشرب بزرگ تھے، بلکہ ایک عاشق الٰہی وعاشق رسول بھی تھے، نیز ان خصوصیات کے ساتھ ایک حکمت وموعظت سے لبریز مصلح بھی تھے، اس لئے کسی بھی انسان سے آپ نفرت کرنے سے گریز فرماتے رہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے، کہ بدعت اوراہل بدعت، گم گشتگان راہ حق وہدایت کی صحبت وہم نشینی اختیار کی جائے، بلکہ تصوف نام ہی ہے کہ قرآن کے ساتھ ساتھ سنت کی رسی کو نواجذ سے مضبوط پکڑنے کا، یہی وجہ ہے کہ سنت رسول پر عمل فرماتے ہوئے امام غزالی کی طرح آپ نے بھی اہل بدعت کی تردید فرمائی، اوراپنے محبین ومتعلقین کو اہل بدعت سے نہ صرف بچنے کی تلقین فرمائی، بلکہ اپنے ارادت مندوں کو ان سے دور رہنے کی تاکید ابتدائے کتاب ،، لطائف حفظ السالکین ،، ہی میں کردی ہے، فرماتے ہیں۔

،، امابعد نہفتہ مباد کہ چوں ایدوں درسویدائے ایں سودازدہ چنیں

نمود کہ بنظر حفظ سالکان طریق مبرور کہ حسب حسن ظن خویشتن نہ
بر بنائے فضل این ننگ زمن بدین نیاز مند ارادتے می دارند
سطرے چند از ضروریات کار سلوک بدائرۂ تحریر ایشاں پائے
خویشان بیروں نہ نہند کہ اندریں روزگار بدعتہائے بسیار
وآفتہائے بے شمار بیروں کناں از طریق ابرار روی نمایند،،۔

[لطائف حفظ السالکین ص: ۴/۵]

معلوم ہوا کہ گمرہی و بدمذہبی کی تردید کرنا بھی حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے نزدیک رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے، بلکہ اسے سلوک وتصوف کی ضرورت بھی قرار دیتے ہیں۔لہذا ان بدعتیوں کی بے شمار آفتوں کی صوفیانہ تردید اس طور فرمائی کہ ان آفتوں اور اہل آفت کے ذکر کی بجائے آپ نے سالکان راہ الی اللہ کے لئے دائرہ متعین فرمادیا اور ہدایت فرمائی کہ ان سے باہر قدم نہ رکھیں۔

## تقویۃ الایمان کی تردید

کتاب تقویۃ الایمان جو کہ تمام وہابیائی فرقوں، دیوبندیت وندویت مودودیت نیچریت اور قادیانیت وغیرہ کی متفقہ ومسلمہ معتبر کتاب ہے، اس کو مذکورۃ الصدر تمام فرقے والے اپنے اپنے مکتبوں سے نہ صرف شائع کرتے ہیں، بلکہ اس پر یکساں اعتقاد وایمان بھی رکھتے ہیں، ایک طرح سے اگر تقویۃ الایمان کی تردید کی جائے تو اجمالی طور پر تمام وہابیائی فرقوں کی تردید تسلیم کی جاتی ہے، اور تمام فرقے کے دانشوران بھی اپنے دفاعی عمل کے ذریعہ اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں، اور کیوں نہ ہو کہ ان تمام فرقوں کا منبع ومصدر تو یہی ایک کتاب ہے، اسی کتاب کو پڑھ کر کتنے فرقے پیدا ہوئے، اس کی کچھ تفصیل ایک غیر جانب دار مجددی بزرگ مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی فاضل جامعہ از ہر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ملاحظہ فرمالیجئے، لکھتے ہیں۔

،،حضرت مجدد کے زمانے سے 1240ھ تک ہندوستان کے مسلمان



دو فرقوں میں بٹے رہے: ایک اہل سنت وجماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا، وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے، ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا، اور نجدی کا رسالہ ،،ردالاشراک،، ان کی نظر سے گزرا اور انہوں نے اردو میں ،،تقویۃ الایمان،، لکھی، اس کتاب سے مذہبی آزادخیالی کا دور شروع ہوا، کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگے، اور افسوس اس بات کا ہے، کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کردیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر 1240ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں،،۔

[مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان۔ص ۵/۶]

مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان جب چھپی تو حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے استاذ مولانا شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی بن شاہ ولی اللہ، مولوی اسماعیل کے عم زاد نے اس کتاب کے نام کے ساتھ ،،فا،، حرف مندرج کرکے ،،تفویۃ الایمان،، رکھا تھا، جیسا کہ علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کے سوال میں جواب عنایت فرمایا ہے۔

،،یہ ہے تقویۃ الایمان کہ میں نے اس کا نام تفویۃ الایمان ساتھ فا کے رکھا ہے، اور اس کی رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے، اسکا نام معید الایمان رکھا ہے، اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیا اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے،،

[تحقیق الحقیقۃ ص:23]

اسی کی متابعت اور بعدہ تحقیق کے آپ نے بھی اس کتاب کو،،تخریب الایمان،، اور،،**مخرب الایمان**،،یعنی ایمان کوخراب کرنے والی کتاب کے نام سے تعبیر فرمایا ہے، اس بات کی ایک جھلک آپ فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم کے ص:424 میں دیکھ سکتے ہیں،جس میں ایک پورنوی عالم نے استفتاء کیا تھا،ان کے الفاظ بعینہ ملاحظہ فرمالیجئے۔

> ،،مولانا شاہ حفیظ الدین صاحب قدس سرہ پورینوی اپنے دیار میں مسلم الثبوت بزرگ تھے،جن کے مسلک پاک کی وضاحت کے لئے ان کا محض یہی ایک ارشاد کہ تقویۃ الایمان تخریب الایمان ہے،ان کے مسلک کا تقدس اور دوسرے مسلک سے امتیاز کے لئے کافی ہے،،۔

کیااب بھی آپ کے مسلک پاک سے متعلق کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے؟اگراب بھی دل کی تسکین نہیں ہوئی ہے،تو مزید حوالے کی روشنی میں نہانے کے لئے تیار ہوجایئے، اور جذبہ حق پسندی کو بروئے کارلاکر مطالعہ کیجئے۔

## دارالعلوم دیوبند میں حق بیانی:

دیوبندیت کے تعارف میں زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے،البتہ اتنا عرض کئے دیتے ہیں کہ علامہ اقبال نے دیوبندیت اور قادیانیت کو وہابیت کی پیداوار قرار دیا ہے،اور حقیر کی مزید تحقیق یہ ہے کہ ان دونوں فرقے کی بنیاد علاقہ سرحد میں وہابیت کی میر کارواں سیداحمد کی فوج میں پڑی تھی،جس کی کچھ تفصیل پیرنیچر کے شاگرد شیخ محمد اکرام نے ،،موج کوثر،،میں لکھی ہے۔یعنی فوج میں تقلید اور عدم تقلید،نیز رفع یدین اور عدم رفع یدین کولیکر مناظرے ومباحثے ہوئے،عدم تقلید اور رفع یدین کے حامی مولوی اسماعیل دہلوی تھے،جب کہ غیر رفع یدین اور تقلید کی حمایت مولوی اسماعیل کے پھوپھا مولوی عبدالحئی بڈھانوی کرتے تھے،ان دونوں کے مقتدیوں میں جنہوں نے مولوی اسماعیل کی تقلید کی،غیر مقلد کہلائے،اور جنہوں نے مولوی عبدالحئی کی اتباع کی بعد میں دیوبندی مشہور



ہوئے۔

دیوبند کی سرزمین پر حاجی حافظ عابد حسین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جو سنی صحیح العقیدہ بزرگ تھے،اس کو رسول اکرم ﷺ نے خواب میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالنے کا حکم دیا، انہوں نے اسے مسجد چھتہ میں قائم کیا،جب تک اس مدرسے کا قیام مسجد میں رہا،اس میں خلوص وللہیت رہی،اور آٹھ سال تک دین اسلام کی صحیح نمائندگی کی گئی،پھر اس مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کیا،جس جگہ کہ اب ہے،اخلاص کا فقدان ہوگیا،انگریزوں کی پشت پناہی سے وہابیت کا گڑھ بن گیا،اسی طرح دیوبندی فرقہ کی تشکیل ہوئی۔

چنانچہ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے خلف اکبر حضرت مولانا امام مظفر حسین قیصرؔ صاحب جو معقولات وطب کی تعلیم کے لئے رامپور یوپی میں اقامت گزیں تھے،کسی کے بہکاوے میں آکر اسی دارالعلوم دیوبند میں چلے گئے،آپ کو جب اس حادثے کی اطلاع ملی تو بے انتہا رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوئے،خانوادۂ لطیفی کے چشم وچراغ حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی دام اقبالہ فرماتے ہیں۔

> ،،دوسرے ہی دن ایک خادم کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند کے لئے نکل پڑے،وہاں پہنچ کر صاحب زادہ سے فی الفور سامان سفر کی تیاری کا حکم دیا،اور دہلی واپس آکر دم لیا،وقت مراجعت کئی اساتذہ دارالعلوم بغرض ملاقات خدمت میں آئے،اور صاحب زادہ کو ہمراہ لے جانے کی وجہ دریافت کی،آپ پورے جاہ وجلال کے ساتھ فرمانے لگے،،مظفر میاں کا تمہارے ہاں آنے پر مجھے جتنا رنج وملال ہوا اس کے مرجانے پر اتنا رنج وملال نہ ہوتا،،پھر ان لوگوں نے آپ کے حضور تاثراتی رجسٹر پیش کیا،آپ نے کچھ تحریر کرنے سے اجتناب کرنا چاہا لیکن جب اصرار ہوا تو برجستہ لکھا،،**ماوجدت فیکم خیرا**،،اور اسے بآواز بلند پڑھ کر بھی سنایا،،۔
>
> [حیات حفیظی ص:۲۴]

اس مقام پر حضرت علامہ قاری عبدالرحمن قادری بینی باڑی کٹیہاری کا بیان نہ صرف قابل توجہ ہے بلکہ بڑی اہمیت کا حامل بھی ہے، حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے، پھر پتہ نہیں کیسے کیسے دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور تعلیم مکمل کی ،لیکن اس کے باوجود حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے مسلک پر سختی سے قائم تھے،اور علمائے دیوبند کے ،،مشن ،، مسلمانوں کو مشرک وبدعتی جہنمی قرار دینے سے بے زار تھے،لہذا مولوی عطا مولیٰ در بھنگی کو جواب دیتے ہوئے اپنے استاد کی حمایت وتائید میں فرماتے ہیں۔

،،مولینا قدس سرہ اپنے صاحب زادے کو کیوں لینے گئے تھے۔؟
صرف اسی خیال سے کہ وہاں کی تعلیم عقائد بگاڑنے والی ہے۔اس لئے مولینا بے چین ہوکر راہ پر روانہ ہو گئے۔ چناچہ مولینا کا قول کہ :’امام مظفر کا جاہل رہنا بہتر ہے اس تعلیم سے‘ شاہد ودلیل ہے کہ آپ اس تعلیم پر رضامند نہ تھے۔،،

[نتائج الافکار فی اجوبۃ الاشتہار]

حاصل کلام :،،ماوجدت فی کم خیرا،،فرمانے کی وجہ ظاہر ہے کہ دیوبندیت کی بنیاد تقویۃ الایمان پر ہے،جیسا کہ مولوی رشید احمد گنگوہی بانی مذہب دیوبند کا فتویٰ ہے، کہ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے،اور یہ فتوی جب ہی سے اسی تقویۃ الایمان کے صفحات کی زینت بنی ہوئی ہے،اور کتاب تقویۃ الایمان کو حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے مطالعہ فرما کر ہی اس کی نسبت تحقیقی جملہ ارشاد فرمایا کہ یہ کتاب ،،تخریب الایمان،،اور،،مخرب الایمان،، ہے۔

پھر اسی کتاب تقویۃ الایمان میں گنگوہی صاحب کا فتوی بھی نہ دیکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے،،بہر حال حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے گنگوہی صاحب کے فتوے کی بنیاد پر اس مدرسے کو جس کے مہتمم خود گنگوہی صاحب تھے،ان کے مدرسہ کی تعبیر خیر سے کیوں کر کر سکتے تھے،اس لئے فرما گئے کہ،،ما وجدت فی کم خیرا،،یعنی دارالعلوم دیوبند کی نسبت حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس مدرسہ میں کوئی بھلائی نظر نہیں آتی۔



پس حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کا دارالعلوم دیوبند جا کر خود اپنے فرزند کو لانا،اور اس کے لیٹر پیڈ میں مراقبہ کے بعد لکھنا کہ اس مدرسہ میں کوئی بھلائی نہیں ہے،آپ کی اس عملی وتحریری طور پر دیوبندیت کی تردید کے نمایاں پہلو سے کون انکار کرسکتا ہے۔؟

نیز اس واقعہ کی حقانیت کو کچھ لوگ مشکوک بنانے اور پایہ اعتبار سے نیچے گرانے کی بھی انتھک محنت وکوشش کی ہے،ان کے لئے سو سوالوں کا یہی ایک جواب ہے کہ اگر حضرت لطیفی صاحب واقعی مائل بہ دیوبندیت تھے،اور مراقبہ کے بعد دارالعلوم دیوبند میں خیر کا پہلو دیکھا تھا تو پھر اپنے صاحب زادے کو واپس لائے ہی کیوں تھے؟

حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کا اپنے صاحب زادے کو واپس لانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نہ تو مائل بہ دیوبندی تھے،اور نہ ہی دارالعلوم دیوبند میں کسی قسم کی بھلائی دیکھی تھی، بلکہ اپنے صاحب زادے کو دارالعلوم سے لانے نے بتلادیا کہ آپ کسی بھی دیو کے بندوں سے کسی قسم کا تعلق بھی نہیں رکھتے تھے۔

## غیر مقلدیت کی تردید

حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کو صلح کلی ثابت کرنے کے لئے دوسرا حربہ یہ اپنایا کہ مشہور غیر مقلد مولوی نذیر حسین کا شاگرد بنا کر پیش کیا،اور اس پر مزید یہ الزام عائد کیا کہ آپ غیر مقلدین کے پیچھے نماز بھی ادا فرمایا کرتے تھے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان الزامات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ حقائق اس کے برخلاف ہیں،اگر نذیر حسین دہلوی کے شاگرد ہوتے تو کچھ نہ کچھ اثرات طبیعت میں ضرور مرتب ہوتی،اور تقویۃ الایمان کو تخریب الایمان اور مخرب الایمان ہرگز نہ قرار دیتے، دوسری بات یہ کہ غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے تو پھر در باب مسئلہ،،خلف الامام،،ان کے دلائل کو شوروغوغا سے زیادہ اہمیت اور حیثیت کیوں دیتے۔؟

غرض یہ دونوں الزامات غول بیابانی کی وقعت سے زیادہ نہیں،یہ حرکتیں صدائے اذان سن کر شیطان کی طرح گوز لگا کر بھاگنے سے مزید اور کچھ نہیں۔ دراصل آپ کو زبردستی

صلح کلی ثابت کرنے کی یہ گھنونی سازش ہے۔ان دونوں الزامات کی حقیقت شرارت نفس کا شاخسانہ ہے۔ترتیب وار ثبوت حاضر ہے،مگراس سے قبل میاں نذیر حسین دہلوی کے مختصر حقیقی احوال ملاحظہ کرنا ضروری ہے۔

## میاں نذیر حسین حقائق کے اجالے میں:

وہابیہ غیر مقلدین ہند کے شیخ الکل اور باوا آدم میاں نذیر حسین سورج گڑھی ثم دہلوی،،الحیاۃ بعد الممات کے مطابق ۱۸۰۵ء مطابق ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے،سولہ سترہ برس کی عمر میں پڑھنے کا خیال پیدا ہوا،اور ۱۸۲۱ء مطابق ۱۲۳۷ھ میں پٹنہ چلے گئے،وہاں سے کافی عرصہ بعد رجب کے مہینے میں ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۸ء کو دہلی پہنچے،اور مسجد اورنگ آبادی میں قیام کیا،یہی پر ساڑھے تین برس رہکر علوم رسمیہ کتب کافیہ وغیرہ سے [۱۲۴۶ئ] فارغ ہوئے،بعدازیں تفسیر وحدیث وفقہ کی تحصیل میں مصروف ہوگئے،ہنوز فارغ بھی نہیں ہونے پائے تھے،کہ بزمانہ طالب علمی ۱۲۴۸ھ کو ۲۸/اٹھائیس برس کی عمر میں اپنے استاذ مولانا عبدالخالق صاحب [م۱۲۶۱ھ] کی صاحبزادی سے عقد کرلی۔

لہذا میاں صاحب شادی کے بعد بھی چند برسوں تک پڑھتے رہے،جس کی مدت دس برس قرار پاتی ہے،یعنی ۱۲۴۸ھ میں شادی کی اور اس کے دوسرے برس ۱۲۵۹ھ کو اپنے خسر کی درس گاہ میں بخاری شریف شروع کی،اور مزید دس برس یعنی ۱۲۵۸ھ تک پڑھتے رہے،دہلی میں ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۸ء کو آئے تھے،کل ۱۵/پندرہ برس تک علم حاصل کرتے رہے،اور اس سے قبل پٹنہ سے لیکر دہلی تک اثنائے راہ میں ۶/۷ برس تک کی تعلیمی مدت کو جوڑا جائے تو کل ۲۱/۲۲ سال کا عرصہ لگا عالم بننے میں،اور ہم نے اس مدت کو خارج کردیا جو اس نے اپنے گاؤں میں والدین کی زیر نگرانی تربیت وتعلیم پائی تھی،یعنی چار پانچ سال کا عرصہ تھا،اور اسے بھی جوڑ دیجیئے تو حصول علم کی کل مدت ۲۵/۲۶ تک پہنچ جاتی ہے۔



اب سوال یہ ہے کہ میاں صاحب نے دہلی میں کن کن علماومشائخ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا،واضح رہے کہ دہلی میں وارد ہونے کے بعد از اول تا آخر مسجد اورنگ آبادی میں قیام پذیر رہے،اور مولوی عبدالخالق کے علاوہ دیگر علماء سے بھی تعلیم حاصل کی ہوگی،لیکن شادی سے پہلے جن اساتذہ سے استفادہ کیا تھا،ان کے ناموں کو اپنی یادداشت،خودنوشت میں لکھا ہے،مگر شادی کے بعد علوم آلیہ فقہ وحدیث کے کسی بھی استاذ کے نام کا اظہار نہیں کرپائے،سوائے اپنے خسر کے،جیسا کہ غیر مقلد عالم رفیع احمد مدنی نے لکھا ہے۔

> ،،میاں صاحب نے اپنی یادداشت میں کسی استاد اور کتاب کا تعین نہیں کیا ہے،لیکن مولانا عبدالخالق سے استفادہ جاری تھا،کیونکہ ۱۲۴۹ھ میں ان سے درس بخاری شروع کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔
> میاں صاحب نے اپنی اس یادداشت میں جو ۱۱ محرم ۱۲۹۹ھ میں لکھی تھی،بتصریح لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری مولانا عبدالخالق مرحوم سے پڑھنی شروع کی،جس میں مولوی رحمت اللہ بیگ شریک درس تھے،،
> [میاں نذیر حسین محدث دہلوی چند الزامات کا تحقیقی جائزہ۔ص 35]

البتہ میاں صاحب کے ساتھ ساتھ ان کی پوری غیر مقلدین کی برادری اس بات پر مصر اور بضد ہیں کہ شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسحاق سے بھی تعلیم پائی تھی،یقین نہ آئے تو ابھی گوگل سرچ کرکے دیکھ لیجئے،لکھا ہے کہ نہیں۔؟

> ،،بعد میں وہ [میاں نذیر] ۱۸۲۶ء میں دہلی چلے گئے اور شاہ ولی اللہ [۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء] کے فرزند شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی [۱۷۴۶ئ-۱۸۲۴ء] کی شاگردی اختیار کرلی،ان کے بعد ان کے شاگرد اور بیٹے اور مشہور محدث محمد اسحاق [۱۷۷۸ء-۱۸۴۶ء] سے تعلیم حاصل کی،محمد اسحاق نے حجاز کا سفر کیا اور وہیں کے ہو رہے،ادھر نذیر حسین کو ان کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا اور استاذ کے مسند پر درس دینے لگے،دہلی کا مدرسہ رحیمیہ ہندوستان میں مذہبی تحریکی تاریخ میں

بہت اہمیت کا حامل ہے،،

[ آزاد دائرۃ المعارف ویکی پیڈیا ]

جبکہ شاہ عبدالعزیز محدث تو میاں نذیر کے دہلی ورود سے کافی پیشتر ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۳ء ہی میں وفات پا گئے تھے، کہیں میاں صاحب نے عالم برزخ میں ان کے پاس جا کر شاگردی کی سند حاصل تو نہیں کی تھی؟ یہ بات اچھی طرح سے غیر مقلدین ہی بتلا سکتے ہیں، اور رہی بات شاہ اسحاق کے شاگردی کی تو آئندہ اوراق میں اس کا تحقیقی اور تفصیلی ذکر آ رہا ہے، یہاں پر ڈاکٹر محمد فاروق نعمان کا بیان بلا تبصرہ ملاحظہ فرمالیجئے، لکھتے ہیں۔

’’بہر حال غیر مقلدوں کی یہ نری زبردستی ہے کہ میاں نذیر حسین کو حضرت شاہ اسحاق کا شاگرد اور حضرت شاہ عبدالعزیز کا شاگرد بتلاتے ہیں اور اپنی علمی نسبت کو شاہ اسحاق کے ذریعہ بلند کرنا چاہتے ہیں یہ محض ان کا ڈھونگ ہے اور خیالی دعوی ہے۔،،

[ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی اور ان کے تلامذہ ص ۹۵ ]

## مدرسہ رحیمیہ پر ایک نظر:

مدرسہ رحیمیہ دہلی میں واقع ہے، یہ ایک خالص دینی مدرسہ تھا، اس کی بنیاد ۱۷۱۸ء کو شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم نے اورنگ زیب عالم گیر کے عہد حکومت میں رکھی تھی، باپ کے بعد بیٹا یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے درس دیا، بعدہ ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی [ متوفی ۱۲۳۸ھ/ مطابق ۱۸۲۳ء رود کوثر ص ۵۹۵ ] نے اپنی درسگاہ لگائی، شاہ صاحب کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، بایں سبب اپنے نواسے میاں اسحاق محدث کو اپنا جانشین کیا، لیکن ملکی حالات کے سبب ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۰ء میں ہجرت فرمالی، اور مکہ شریف جا کر رہنے لگے، انہوں نے اگرچہ مدرسہ میں اپنا جانشین کسی کو نہیں بنایا تھا، مگر مدرسہ رحیمیہ کی درسگاہ کی زینت خانوادہ ولی اللہی ہی کے چشم ہائے چراغ حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ [ وصال ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۲ء ] اور ان کے عم زاد حضرت



مولانا شاہ مخصوص اللہ [ متوفی ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء ] صاحبان علم بنے ہوئے تھے، مدرسے کا انتظام وانصرام بھی انہیں کے دست تصرف میں تھا، جیسا کہ جناب اسماعیل پانی پتی صاحب نے کشف الحجاب کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

’’یہی مسلک [ حنفیت، شاہ عبدالعزیز اور ] ان کے برادرزادوں شاہ مخصوص اللہ شاہ محمد موسی کا تھا، یہی مسلک ان کے نواسوں شاہ محمد اسحاق اور شاہ محمد یعقوب کا تھا اور شاہ محمد اسحاق کی دوسری صفات و اخلاق کے علاوہ ان کی حنفیت راسخہ بھی ان کے انتخاب خلافت کا باعث ہوئی تھی، مگر شاہ اسحاق وشاہ یعقوب جب دیار نبی ہجرت کر گئے اور سنہ ۱۸اء میں شاہ مخصوص اللہ اور سن ۱۸۵۷ء میں شاہ موسی انتقال فرما گئے، مدرسۂ رحیمیہ خالی ہوگیا۔،،

معلوم ہوا کہ شاہ اسحاق کی ہجرت کے بعد مدرسہ جاری تھا اور شاہ مخصوص اللہ کی وفات کے بعد مدرسہ بند ہوا، اور اس بات کو مولوی بشیر احمد صاحب جو کہ میاں صاحب کے سسرالی رشتہ دار ہیں لکھتے ہیں۔

،، جب شاہ [ عبدالعزیز ] صاحب کے صاحب زادوں میں سے کوئی نہ رہا تو مولٰینا شاہ محمد اسحاق صاحب نے مدرسہ [ رحیمیہ ] کی خدمت اپنے ذمے لی۔ ۱۲۵۶ھ میں آپ نے ہجرت کی تو مولٰینا مخصوص اللہ صاحب اور مولٰینا محمد موسیٰ صاحب خلف حضرت مولٰینا شاہ رفیع الدین صاحب اس کی نگرانی فرمانے لگے،،۔

[ واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم ۱۷۳ ]

لہذا یہ بات متحقق ہوگئی کہ شاہ اسحاق کے جانے کے بعد مدرسہ جاری تھا، اور اس کے نگراں ومنتظم خانوادۂ ولی اللہی کے سپوت ہی تھے، تو ظاہر ہے کہ مدرسے میں حدیث کی تعلیم بھی ہوتی تھی، اور خاندان ولی اللہی کے چشم وچراغ کے سامنے کس کا چراغ جلتا، اور کس چراغ کی لو تیز تھی، جو محدث ہونے کا دعوی کرتے۔

## شاہ اسحاق کی شاگردی کا افسانہ:

البتہ میاں نذیر حسین نے انتہائی کذب آمیز دجل وفریب سے لبریز جرأت رندانہ ضرور کی، اغوائے عوام کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے شاہ اسحاق کی شاگردی کا ایسے وقت میں دعوی کیا، جب وہ سمجھ رہے تھے کہ اب شاہ صاحب کے شاگردوں میں کوئی زندہ بچے نہیں رہے، دنیا سے اٹھ چکے ہیں، لیکن اتفاق سے اس وقت مولانا نواب قطب الدین خان اور قاری عبدالرحمن پانی پتی بقید حیات تھے، جس کا بھانڈا خود انہوں نے پھوڑ دیا ہے۔ جس کی ترجمانی جناب مقدمہ نگار نے ان الفاظ میں کی ہے۔

،،میاں صاحب حقیقت میں مولوی عبدالخالق کے شاگرد تھے اور شاہ اسحاق کے دربار میں ایک شاگرد کے شاگرد کی حیثیت سے حاضری دیتے رہتے تھے اور اس دور کے سب لوگ انہیں اسی حیثیت سے جانتے تھے، اس لئے میاں نذیر حسین کو مدت تک یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ خود کو شاہ اسحاق کا شاگرد ظاہر کریں، اور اس نسبت کو حصول مقاصد کا ذریعہ بنائیں، بالآخر ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۶ء میں، یعنی جب شاہ اسحاق کو ہجرت کئے ہوئے ۳۴/سال ہو گئے تھے، اور اکثر تلامذہ بھی وصال فرما چکے تھے اور پوری نسل ختم ہو چکی تھی، میاں صاحب نے یہ دعوی کر دیا مگر خوش قسمتی سے اس وقت شاہ اسحٰق کے جانشین اور مولانا نواب قطب الدین خان اور قاری عبدالرحمن پانی پتی بقید حیات تھے، ان دونوں حضرات نے برمحل میاں صاحب کو ٹوکا اور ان کے تلمذ کا انکار کیا، ان حضرات کے انکار کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ میاں صاحب ان دونوں کا اپنا شریک درس بتاتے تھے،،۔

حاصل یہ کہ میاں صاحب نے ۱۸۷۶ء کے بعد شاہ اسحاق کی شاگردی وجانشینی کا دعوی کیا، مگر بدقسمتی سے جنہیں شریک درس بتایا خود انہوں نے ان کے کذب ودجل کا سارا قصہ پاک کر دیا ہے۔



غرض اس زمانے میں دہلی کے مدارس میں مدرسہ رحیمیہ کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، باقی ان کے شاگردوں کی درس گاہیں شہر کی مختلف مساجد میں قائم تھیں، اور انہیں میں سے ایک مسجد اورنگ آبادی تھی، جہاں پر مولانا شاہ اسحاق کے شاگرد مولوی عبدالخالق درس دے رہے تھے، اور اسی مسجد میں میاں صاحب نے قیام کیا، اور تحصیل علوم میں مصروف ہو گئے، ابتدا سے لیکر انتہا تک ساری تعلیم مسجد اورنگ آبادی میں قیام کر کے حاصل کی، فارغ بھی یہی پر ہوئے، اور اسی مسجد میں اپنی درسگاہی زندگی کا آغاز بھی کیا۔

## شاہ حفیظ الدین کا سال فراغت:

اب آیئے! حضرت علامہ شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں، آپ کے ایام طالب علمی کے آخری چہار سالوں کا جائزہ لیتے ہیں، جو زندگی کے انمول نگینے ہیں، لہذا آپ جس وقت دہلی میں وارد ہوئے تھے، چہرہ پر روئیدگی کے آثار سبزۂ جوانی کی بہار ابھی ٹھیک سے نمودار بھی نہیں ہوئی تھیں، دنیا کی نظروں میں آپ محض چودہ سالہ بچہ تھے مگر ذہنی، علمی اور فکری بالیدگی، عقلی بلند پروازی کے اعتبار سے کہیں زیادہ بانکا جوان رعنا تھے، حضرت علامہ شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی علیہ الرحمہ مدرسہ رحیمیہ دہلی میں جس وقت پہنچے تھے، مولانا شاہ اسحاق نقل مکانی کر کے علاقہ حجاز میں مکہ شریف جا چکے تھے، بلکہ وہاں جا کر کچھ دنوں بعد مر بھی گئے، اور مدرسے کی دیکھ ریکھ انتظام وانصرام خاندان ولی اللہی کے چشم وچراغ شاہ موسی کے ہاتھوں آئی، آپ کی ناگہانی وفات کے بعد شاہ مخصوص اللہ صاحب منتظم ہوئے، یہی وہ زمانہ تھا، حضرت لطیفی علیہ الرحمہ تقریباً چار سال درسگاہ رحیمیہ میں رہ کر ولی اللہی فیوض وبرکات کا وافر حصہ اکتساب فرمایا، اس خاندان کے آخری افراد سے علوم حدیث کشید کیں، اور ولی اللہی میخانے میں قال اللہ وقال الرسول کا شراب طہور، جام وسبو نوش از جان کر کے شادکام ہوئے، آپ کی ذہانت وفطانت کی داد تو دشمن بھی دے رہے ہیں، اسی خداداد ذہانت طباعی کے بل پر آپ نے محض اٹھارہ برس کی عمر میں جملہ علوم وفنون سے ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء کو فراغت حاصل کر لی تھی، جیسا کہ ڈاکٹر

مولانا اعجاز انجم لطیفی دام ظلہ، استاذ جامعہ رضویہ بریلی شریف رقم طراز ہیں۔

،،آپ نے دہلی میں شہریار علم حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت مولانا مخصوص اللہ وحضرت مولانا شاہ موسیٰ علیہم الرحمۃ والرضوان کی درس گاہوں میں کسب علم کیا اوراخذ علوم وعرفاں میں خاطر خواہ حصہ اٹھایا، اٹھارہ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل کی،،۔

[سہ ماہی پیغام مصطفی: گوشہ لطیفی: خصوصی شمارہ: ص 37 جنوری تا مارچ 2022ئ۔عرفان حفیظ ص ۹۵]

غرض آپ کا اتنی کم عمر میں فراغت پاجانا انتہائی ذہانت وفطانت، اورقوی الحافظہ کا اشارئیہ اورکرامت کی دلیل ہے۔وہیں پرمیاں صاحب کا ۲۲ / یا ۲۵ برس تک حصول علم میں سرگرداں حیران وپریشان رہنا، کیامعنی رکھتا ہے، بتلانے کی ضرورت نہیں۔

## میاں نذیر کی شاگردی پرایک تحقیقی نظر:

اس زمانے میں کچھ لوگ حضرت لطیفی کو مائل بہ دیوبندی اورغیرمقلد یعنی ،،صلح کلی،، بنانے پر تلے ہوئے ہیں، نہ صرف صلح کلی بلکہ ان باطل وگمراہ فرقوں کے حامل افراد سے گہرے روابط اورمراسم کی فرضی داستانوں کے بل بوتے پرمفروضہ کہانیاں گھڑ کر صفحات کے صفحات سیاہ کرڈالے ہیں، تاکہ کسی بھی طرح سے ہو،حضرت لطیفی کا میاں نذیر حسین کو دورۂ حدیث کا استاد ثابت وباور کرادیا جائے، اس بابت ان چگادروں گندم نما جو فروشوں نے عیاری ومکاری، دجل وفریب کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔سوال یہ ہے کہ کیا واقعی آپ کے دورۂ حدیث کا استاد مشہور غیرمقلد میاں نذیر حسین دہلوی تھا۔؟

اس الزام کی حقیقت سے پردہ اٹھانے کے لئے تاریخی طور پر جائزہ لیتے ہیں، جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوجائے گا۔اب تک جو کچھ اوپر مذکور ہوا، اس کی روشنی میں چند گزارشات ہمدم ہے ملاحظہ فرمائیے۔



نکتہ اول: حضرت لطیفی علیہ الرحمہ مدرسہ رحیمیہ کے طالب علم تھے، اور ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء تک فقہ وحدیث اورمتعلقہ علوم کی تکمیل فرما کر فاتحہ فراغ حاصل کرلی تھی۔

نکتہ دوم: میاں صاحب نے کبھی مدرسہ رحیمیہ کی درس گاہ میں زانوئے ادب تہہ نہیں کیا، بلکہ مسجد اورنگ آبادی میں اول دن سے لیکر آخر تک مقیم رہے، اوروہی پراپنی تعلیم مکمل کی۔

حاصل نتیجہ: معلوم ہوا کہ دونوں نہ ہم مدرسہ تھے، اورنہ ہی ہم درس، بلکہ دونوں میں کوئی جان پہچان بھی نہیں ہوگی، چونکہ دونوں الگ الگ مدرسوں کے طالب علم تھے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ میاں صاحب تعلیم حاصل کرنے نہیں تو مسائل دریافت کرنے تو بہرحال ضرور آتے تھے، پھر کیسے جان پہچان نہیں ہوئی ہوگی۔؟ تواس کا جواب یہ ہے کہ میاں صاحب کا مدرسہ رحیمیہ میں آنا جانا شاہ اسحاق کے عہد انتظامی میں تھا، ہجرت کے بعد ایک بار بھی آنا ثابت نہیں ہے۔

نکتہ سوم:: ہاں! حضرت لطیفی کے استاد بایں صورت ممکن ہو سکتے ہیں کہ میاں نذیر کا ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء کومدرسہ رحیمیہ میں بہ حیثیت مدرس تقرر ہوا ہو، جیسا کہ میاں صاحب کے سوانح نگار مولانا فضل حسین بہاری کا دعوی بے دلیل ہے۔

''مولانا شاہ اسحاق علیہ الرحمہ جب ہجرت کرکے مکہ معظّمہ چلے گئے اوران کی جگہ ان کے روحانی بیٹے مولانا سید محمد نذیر حسین علیہ الرحمہ نے لی اور مسند درس وارشاد پر متمکن ہوئے تو ان کو بھی لوگوں نے میاں صاحب ہی کے نام سے پکارا،،[الحیاۃ بعد المماۃ ص:11]

اس اقتباس سے واضح ہے کہ شاہ اسحاق کی ہجرت کے فوراً بعد میاں صاحب جانشینی کا فرض نبھاتے ہوئے مسند درس وارشاد پر متمکن ہوگئے تھے، شاہ اسحاق کا درسگاہ چونکہ مدرسہ رحیمیہ کی چہاردیواری کے اندر تھی، تو ظاہر ہے کہ میاں صاحب نے اسی مدرسہ میں شاہ اسحاق کی جگہ پرحدیث پڑھانے کے لئے بہ حیثیت مدرس مقرر ہوئے ہوں۔جیسا کہ بعض دیوبندیہ وغیرمقلدین کہتے ہیں کہ میاں نذیر حسین کا تقرر مدرسہ رحیمیہ میں

ہوا تھا، اس لئے دورۂ حدیث کی تکمیل حضرت لطیفی نے انہیں کے پاس کی، پس دونوں استاذ وشاگرد ہوئے۔

حاصل نتیجہ: اب اس دعوی کی حقیقت کیا ہے؟ کیا واقعی اقتباس مذکورہ بالا کے مطابق مدرسہ رحیمیہ کے جس مسند پر بیٹھ کر شاہ اسحاق نے حدیث کا درس دیا، ان کی ہجرت کے بعد اسی مسند پر میاں صاحب بیٹھے تھے۔؟

اس سوال کا جواب چند جملوں میں یہ ہے کہ جس طرح اس کا مدرسہ رحیمیہ میں زانوئے تلمذ تہہ کرنا ہوا ہوائی ہے، اسی طرح بساط تدریس آراستہ کرنا بھی اس سے کہیں زیادہ اغوائے عوام کے لئے نرا مغالطہ بازی ہے، میاں صاحب کو مدرسہ رحیمیہ کا مدرس بنا کر پیش کرنا محض جھوٹ کا پلندہ ہے، فریب و دجل ہے، سراب ہے، اور خیالی پلاؤ پکانے کے علاوہ کچھ نہیں۔

اس جھوٹ کو پر لگانے کی سب سے پہلے مہم کا آغاز مولانا فضل حسین بہاری نے کی تھی، جس کی اقتدا علمائے دیوبند یہ وغیر مقلدین آج کرتے آرہے ہیں، یہ قوم تو اندھی تقلید کے شکار ہے ہی، مگر باوجود اس کے دعوی غیر مقلدیت کا رکھتے ہیں، یہاں پر بھی مقلد اعمی بن کر فضل حسین بہاری کی اندھی تقلید میں لگ گئے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے بعد والوں نے اس بات کی کوئی تحقیق نہیں کی ہوگی، یا دھوکہ کھایا ہوگا، بلکہ میری نگاہ میں تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے میاں صاحب کی فضیلت کو دوبالا کرنے کے لئے جس طرح شاہ عبدالعزیز محدث کے نام کا استعمال کیا، جو ان کے دہلی آمد سے ۴/ چار برس قبل وفات پاچکے تھے، ان کا شاگرد بنا کر پیش کر دیا، تو اب شاہ اسحاق جو کہ ان کے زمانے میں زندہ تھے، اور شاگرد کے شاگرد کی حیثیت سے کبھی کبھی آتے جاتے رہتے تھے، ان کی ہجرت کے ۳۴/ برس بعد اپنے کو ان کا شاگرد قرار دیا اور محدث کہلائے، تو کون سا مقام تعجب ہے۔

البتہ خود میاں صاحب کے دوسرے سوانح نگار مشہور غیر مقلد مولوی امام خان نوشہری نے چلمن میں چھپے ان جھوٹے چہروں، دروغ بے فروغ ملت فروشوں کی دجل



دجالیت، مکر و مکاریت، اور ان فریب دہندوں کے رخ سے پردہ اٹھادیا ہے، لکھتے ہیں۔

،، اپنے استاد اور دہلی کے بے تاج بادشاہ [الصدر الحمید] مولانا شاہ اسحاق صاحب کی ہجرت کے بعد میاں صاحب نے دہلی ہی میں مسجد اورنگ آبادی میں مستقل درس قائم کیا، جہاں ۱۲۷۰ھ تک جملہ علوم وفنون کی کتابیں بلا استثنا پڑھاتے، لیکن بعد میں صرف تفسیر حدیث وفقہ پر انحصار رکھا،، [تراجم علمائے حدیث ہندص:143]

اور یہی بات فضل حسین بہاری نے بھی لکھی ہے، اقتباس مذکور پر ایک سوالیہ نگاہ ڈالئے، تو اس میں سے تین نکتئہ خیال ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

اول: شاہ اسحاق کی ہجرت کے بعد میاں صاحب نے درسگاہی زندگی کا آغاز کیا تھا؟

دوم: دہلی ہی میں مسجد اورنگ آبادی میں مستقل درس قائم کیا۔؟

سوم: ۱۲۷۰ھ تک بلا استثنا ہر فن کی کتب زیر درس تھیں،؟

تبصرہ اول: ابھی تک ان کے تذکرہ نگاروں میں یہ طئے نہیں ہو پایا ہے کہ مولانا شاہ اسحاق صاحب کی ہجرت کے ۴/ چار سال بعد ۱۲۶۱ھ میں یا ۸/ آٹھ برس پہلے ۱۲۵۰ھ میں مستقل درس قائم کیا تھا۔ میرے دونوں دعوی پر دو دلیل تو بنتی ہی ہے۔ پہلا حوالہ ملاحظہ کیجئے، غیر مقلد مولوی رفیع احمد مدنی سرسید کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''سرسید نے آثار الصنادید ۱۲۶۴ھ-۱۸۴۷ء کے قریب چھاپی تھی، اس کی تیاری میں ڈیڑھ سال کا وقت لگا تھا، گویا کہ یہ تحریر ۱۲۶۲ھ کی ہوگی، اس میں میاں صاحب کی تدریس کا ذکر ہے کہ مولانا عبدالخالق کے ساتھ درس و تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں، مولانا عبدالخالق کا انتقال ۱۲۶۱ھ میں ہوا ہے، انتقال سے پہلے وہ تدریس سے دست کش ہوگئے تھے، ظاہر ہے کہ ان کی معیت میں تدریس اس سے بھی پہلے ہوگی۔۔ [میاں نذیر حسین محدث دہلوی چند الزامات کا تحقیقی جائزہ،، ص ۳۷/۳۸]

معلوم ہوا کہ مولانا عبدالخالق نے اپنی وفات ۱۲۶۱ھ کے اوائل ہی میں مرنے سے پہلے میاں صاحب کواپنی درسگاہ کا جانشین،اور مسجد اورنگ آبادی کا متولی بنا دیا تھا، کیونکہ مولانا کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔

دوسرا حوالہ یہ ہے،غیر مقلد مولوی لکھتا ہے۔

''۱۲۴۹ھ سے یہیں [اورنگ آبادی مسجد میں ] مستقل طور پر تدریس کا کام کرنے لگی جو ۱۸۵۷ء تک جاری رہا۔[ خطبہ صدارت ؛ بموقع علمی وتاریخی انٹرنیشنل سیمنار،،حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی حیات وخدمات،،ص10 ]

لہذا میاں صاحب کا درس قائم کرنے میں جو تاریخی اختلافات واقع ہیں،انہیں واضح کرنے کے لئے یہی دو دلیل کافی ہے۔لیکن تحقیق کا تقاضہ یہ ہے کہ حقائق بیان کئے جائیں،توسن لیجئے کہ مولانا ڈیانوی نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے،کہ میاں صاحب مسجد اورنگ آبادی میں مستقل طور پر ۱۲۵۹ھ میں درس قائم کیا تھا۔لیکن سرسید کے حوالے سے جو بیان گزرا وہ حق کے قریب ہے،کہ اس نے ۱۲۶۲ھ میں اپنی درس گاہ لگائی تھی۔

تبصرہ دوم: جیسا کہ یہ میں نے پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ میاں صاحب کو مدرسہ رحیمیہ میں نہ تو زانوئے ادب تہہ کرنا نصیب ہوا،اور نہ ہی بہ حیثیت مدرس ان کی تقرری کبھی عمل میں آئی،شاہ اسحاق کی ہجرت کے بعد مسجد اورنگ آبادی میں ہی درس کی ابتدا کی تھی، جیسا کہ محولہ بالا اقتباس میں مذکور ہوا،اور انتہا میاں والی مسجد میں ہوئی،جیسا کہ ان کے متعدد کتب تذکار میں مرقوم ہے۔

لہذا میاں صاحب کا اورنگ آبادی مسجد کی بجائے مدرسہ رحیمیہ میں تقرر ہوا ہوتا تو حضرت لطفی کا استاد ضرور بن سکتے تھے،لیکن ایسا ہوا نہیں،تو مقلدین میاں کا حضرت لطفی کو شاگرد بنانے کی سازش ازخود ناکام ودم توڑ دیتی ہے،اور سارے کئے کرائے پر ٹھنڈا ٹھنڈا کل کل پانی پھر جاتا ہے۔

تبصرہ سوم: ایک مقام پر خود میاں صاحب کا قول فضل حسین بہاری نے،،الحیاۃ



بعد الممات،،کے ص؛42 میں نقل کیا ہے،لکھتے ہیں۔

،،ابتدا میں سات آٹھ برس صِرف صرف ونحو ومعانی کا درس دیا ہے،،

اقتباس میں لفظ،،صرف،،پرغور کیجئے،تو،،بلا استثنا ہر فن،،کی قلعی کھل جاتی ہے، کہ استاد تو کہہ رہے ہیں کہ صرف صرف ونحو ومعانی کی تعلیم دی،اور ان کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ بلا استثنا ہر فن کی کتب زیر درس تھیں،یہاں پر بلا کسی تردد کے میاں صاحب کی بات معتبر اور قابل قبول ٹھہرتی ہے،نہ کہ تذکرہ نگار کی،لہذا ۱۲۷۰ھ سے آٹھ سال گھٹا دیئے جائیں تو ۱۲۶۲ھ ہی کا سن برآمد ہوتا ہے،اور حضرت لطفی علیہ الرحمہ کی فراغت اس کے ایک سال بعد ۱۲۶۳ھ میں ہوتی ہے،اب اگر میاں صاحب کا تقرر مدرسہ رحیمیہ میں ۱۲۶۲ھ میں ہوا ہوتا تو شاگرد بننے کی چانس سو فیصد تھی،لیکن ایسا ہوا نہیں،یہ نکتہ خیال بھی بڑی شدت سے میاں صاحب کی شاگردی کا انکار کر رہا ہے۔اور اس دعوی کا فلک بوس محل خود بخود آپ اپنے آپ زمین بوس ہوجاتا ہے۔

نکتہ چہارم:معلوم ہوا کہ میاں صاحب نے اگر چہ حضرت لطفی کی فراغت کے ایک برس پہلے اپنی مستقل درس گاہ قائم کرلی تھی،مگر حضرت لطفی کی فراغت کے سات برس بعد ۱۲۷۰ھ تک صرف صرف ونحو اور معانی کی تعلیم دیتے رہے،اور ابھی تک علوم آلیہ فقہ وحدیث کی تعلیم وتعلم کا آغاز نہیں کیا تھا،پھر انصاف ودیانت کی ذرا سا بھی رمق باقی ہے تو بھلا بتلایئے تو سہی کہ حضرت لطفی علیہ الرحمہ نے میاں صاحب سے دورۂ حدیث کس سن میں اور کہاں کیا تھا،اور شاگرد کیسے ہوئے؟ پتہ چلا کہ حضرت لطفی علیۂ الرحمہ کو اغوا کرنے کے لئے گھنونی سازش اور ڈرامہ رچایا گیا تھا،جس میں انہیں کامیابی نہیں ملی۔

نکتہ پنجم: آج سے کچھ ہی برس پہلے کی بات ہے،جب اہلیان مدارس کا مقررہ وطئے کردہ اصول تھا،جو صدیوں سے رائج چلا آرہا تھا کہ ایک مدرسہ کے طالب علم کا دوسرے مدرسے میں داخلہ نہیں ہوتا تھا،جب تک کہ پہلے مدرسے کے ذمہ داران کی اجازت نہیں مل جاتی تھی،لیکن یہ کس طرح بھونڈے پن کی بات ہے کہ حضرت لطفی علیہ الرحمہ پچھلے تین برسوں سے مدرسہ رحیمیہ کی دال روٹی توڑتے رہے،اور بقول اغوا کاروں

کے آخری سال میں میاں صاحب کے پاس مسجد اورنگ آبادی میں چلے گئے، کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ خانوادۂ ولی اللہی کے افراد بحیات ہوں، اور بزم تدریس آراستہ کئے ہوئے ہوں، انہیں چھوڑ کر ایک بے خانماں شخص جو کہ ابھی نو آموز اور نو فارغ تھا میدان درس وتدریس میں ابھی قدم رکھا ہی تھا کہ ان کی خدمت میں سارے مدارس کے طلبا دورۂ حدیث کے لئے پروانے وار چلے گئے ہوں۔ اندھ بھگتی بلکہ شخصیت پرستی اور ان کی مبالغہ آرائی کا یہ عالم۔ خدا خیر کرے

نکتہ ششم: اگر زبردستی کہی جائے کہ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ میاں صاحب کے پاس اورنگ آبادی مسجد میں جا کر حدیث پڑھی تھی، تو بتلائے کہ آپ سچے ہیں، یا میاں صاحب، اگر آپ سچے ہیں تو تمہارے میاں صاحب جھوٹے قرار پاتے ہیں، کہ اس نے جھوٹ بولا کہ آٹھ سال یعنی ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۴ء سے پہلے حدیث پڑھایا ہی نہیں، تو پھر میاں کے پاس حضرت لطیفی کا حدیث پڑھنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت لطیفی صاحب ۱۲۷۰ء سے بہت پہلے ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں فارغ ہوگئے تھے، اور اگر میاں صاحب سچے ہیں تو تم جھوٹے ہو، ہاں تم ہی جھوٹے ہو کہ لطیفی صاحب کو اغوا کرنے کے لئے میاں صاحب کی شاگردی کا افسانہ گڑھتے ہو۔

نکتہ ہفتم: یہ سات آٹھ سال کا فاصلہ برسبیل تقدیر ہے کہ حضرت لطیفی کی تاریخ پیدائش ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۸ء تجویز کی جائے، لیکن خود اغوا کاروں نے حضرت لطیفی کی تاریخ پیدائش ۱۸۲۰ء قرار دیا ہے، تو پھر میدان کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے، معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے، یعنی اس اعتبار سے حضرت لطیفی علیہ الرحمہ تحصیل علوم کے لئے دہلی میں اس وقت وارد ہوئے جب آپ اپنی زندگی کے چودہویں بہار دیکھ رہے تھے، اور سن ۱۸۳۴ کا تھا، چار سال اخذ علوم کے بعد ۱۸۳۸ء میں فارغ ہونا قرار پاتا ہے۔

اور یہ وہ سن و سال ہے، جبکہ میاں صاحب خود طالب علمی کے دور سے گزر رہے تھے، کیونکہ میاں صاحب نے ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۱ء میں زمانہ طالب علمی سے آزادی پائی تھی، پس اس لحاظ سے فراغت پانے میں حضرت لطیفی علیہ الرحمہ ۴/سال مئول ہوئے



، پھر تو میاں صاحب کو حضرت لطیفی کا شاگرد ہونا چاہیئے نہ کہ لطیفی صاحب کو۔ گنگا الٹی بہنے لگ گئی۔

نکتہ ہشتم: نیز یہ کہ شاہ اسحاق محدث دہلوی کا سن ہجرت 1841ء ہے، اگر حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کی تاریخ پیدائش 1820ء تسلیم کر لی جائے تو پھر بمطابق ان جگادروں کے 1838ء میں حضرت لطیفی کا مدرسہ رحیمیہ سے فارغ ہونا طئے پاتا ہے، اس لحاظ سے تو پھر حضرت لطیفی کو شاہ اسحاق کا شاگرد ہونا چاہیے۔

نکتہ نہم: میاں صاحب کی بر بنائے شہرت شاگرد قرار دیا جانا نہ صرف مغالطہ بازی کی انتہا ہے بلکہ اندھ بھگتی اور شخصیت پرستی کا نادر المثال واقعہ ہے، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ دہلی میں جب تک خاندان ولی اللہی کے آخری فرد حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ بقید حیات رہے، کسی کی بساط نہیں ہوئی کہ محدث کہلاتے، آپ کی وفات [1857ء مطابق 1273ھ] کے بعد میاں صاحب نے چھل کپٹ سے 1876ء کو شاہ اسحاق کی شاگردی کا دعوی کرنے کے ساتھ اپنے منہ میاں مٹھو محدث کہلایا، اس وقت تک ان کی شہرت دہلی سے باہر چند گام گنگوہ و دیوبند تک بھی نہیں پہنچی تھی، چہ جائے کہ ملک کے دوسرے کونے تک پہنچتی، جیسا کہ فتاوے رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں ملتا ہے۔

،،سوال: مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں، جو لوگ ان کو مردود اور خارج اہل سنت جانتے ہیں، اور لا مذہب کہتے ہیں، آیا ان کا کہنا صحیح ہے یا نہیں۔۔۔

جواب: بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے،،۔ [فتاوے رشیدیہ ص92]

ملاقات نہ ہو تو بھی کسی شہیر کا حال معلوم ہو ہی جاتا ہے، مگر یہاں پر وہ بھی مفقود ہے، غرض کسی طور پر بھی حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کا میاں نذیر حسین کی شاگردی اختیار کرنے کی بات کھری نہیں اترتی، پس حق واضح ہو جانے کے بعد بارے دیگر شاگرد لکھنے پر اصرار اور جرات کرنا نہ صرف اخلاقی حدود کو پامال کرنا ہوگا، بلکہ دین اسلام کی صریح خلاف ورزی

بھی ہوگی۔

## فاتحہ خلف الامام کی تردید:

غیر مقلد مولوی نذیر حسین کی شاگردی کے افسانے کی دھجیاں بکھیرنے کے بعد اب آیئے حضرت لطیفی پر دوسرے الزام کا بھی تحقیقی جائزہ لے لیتے ہیں، کہ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے واقعی غیر مقلدوں کی اقتدا میں نمازیں ادا کیں، یا یہ بھی محض گنجے کے سر میں کنگھی کرنے کے مترادف ہیں۔

لہذا اس بابت خود آپ نے جو تردید میں تحریری ثبوت یادگار چھوڑے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے پیش کرنے سے پیشتر مسئلہ خلف الامام پر مختصر روشنی ڈال دی جائے، تاکہ تردیدی کلمات کی عمق وگہرائی اور زیادہ چوکھا ہوجائے۔

چنانچہ مذاہب اربعہ میں اگرچہ مسئلہ خلف الامام کی نوعیت مختلف فیہ رہا ہے، مگر ان میں سے کوئی بھی اس عمل کو واجب یا فرض ہرگز خیال نہیں کرتے تھے، شافعیہ کے نزدیک امام سورہ فاتحہ پڑھ کر کچھ وقت دم لیتا ہے، تاکہ مقتدی حضرات اسے پڑھ سکیں، اس میں اگرچہ احناف کا کلام ہے، مگر سورہ فاتحہ کو خاموشی کے ساتھ سماعت کرنے میں نہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم ،،**واذا قریء القرآن فاستمعوا له وانصتو لعلکم ترحمون۔** [سورہ اعراف آیۃ ۲۰۴] اور جب قرآن کریم کی قرأۃ کی جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔] کی رعایت کرتے ہیں، بلکہ فرض قرات کی سماعت پر خاموش رہنے کے مسئلہ میں احناف سے متفق ہیں۔

لیکن آج کل امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ نہایت معرکۃ الآرا ہو گیا ہے، بالخصوص وہابیہ غیر مقلدین جنہیں اپنی حدیث دانی اور اس پر اپنی عمل آوری کا کچھ زیادہ ہی زعم ہے، موقع ملتے ہی عوام مقلدین سے جھگڑتے رہتے ہیں، اور امام کے پیچھے مقتدی کو بھی سورہ فاتحہ پڑھنا فرض قرار دیتے ہیں، جبکہ ان کے دلائل کی حقیقت فقط اتنی ہے کہ امام ومنفرد پر منطبق ہونے والی احادیث کو مقتدی پر چسپاں کر دیتے ہیں، مثال کے



طور پر اس حدیث کو ملاحظہ فرمالیجئے۔

**,,عن عبادہ بن صامت عن النبی ﷺ قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب۔ ترمذی باب الصلوٰۃ/نسائی۔**

روایت ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، اس کی نماز ہی نہیں جو نہ پڑھے سورہ فاتحہ،،۔

قارئین باتمکین غور سے ملاحظہ فرمایئے کہ اس حدیث میں امام ومنفرد یا مقتدی کا ذکر ہے؟ نہیں ہے۔ اور جب کوئی ذکر ہی نہیں ہے تو یہ حدیث امام اور منفرد کے لئے ہوا نہ کہ مقتدی کے لئے، کیونکہ مقتدی کے لئے خاموش رہنے کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے، جیسا کہ آیت کریمہ اوپر گزری۔ اور مفسرین کرام مثل علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ علیہ اسی آیت کریمہ کی شان نزول بیان فرماتے ہیں۔

،،ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت نماز میں رسول اکرم ﷺ کے پیچھے آوازیں بلند کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے،،۔

[اس حدیث کی تائید میں اور حدیث پیش کرنے کے بعد ایک اور حدیث نقل فرماتے ہیں]

،،کہ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بواسطہ ابومعشر محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی قرأت کو بغور سنتے تھے، آپ جب بھی [نماز میں] قرأت فرماتے تو وہ بھی آپ کے ساتھ پڑھتے تھے یہاں تک کہ سورہ اعراف کی یہ آیت اتر آئی،،۔

[تفسیر ابن عباس جلد اول ص ۴۷۳]

ذیل میں وہ احادیث وآثار ذکر کئے جاتے ہیں، جن میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے اور ان کو خاموش رہنے کی ہدایت کی گئی

ہے۔مسلم شریف کی روایت ہے:

**" قال النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم :"اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم، ثم لیومکم احدکم فاذا کبر فکبروا، فاذاقال: غیر المغضوب علیهم ولا الضالین، فقولوا: آمین ... وعن قتادة واذاقرأفانصتوا"**

[صحیح المسلم: رقم: ۴۰۴، ط: داراحیاء التراث العربی]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوتو اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے کوئی امامت کرے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ "**غیر المغضوب علیهم ولا الضّالین**" کہے تو تم آمین کہو اور قتادہ سے یہ زیادتی بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب [امام] قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

**۲-"عن ابی هریرة ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم قال: انما جعل الامام لیوتم به، فاذا کبر، فکبروا واذا قرأ فانصتوا"**[سنن ابن ماجۃ: رقم: ۶۴۸، ط: دارالفکر]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

**۳-"عن جابر قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: من کان له امام فقراءة الامام له قراءة"**

[موطا الامام محمد: رقم: ۵۲۱، ط: داراحیاء التراث العربی]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ



وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے لیے امام ہو تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہوگی [یعنی اس کو علیٰحدہ سے قرأت کرنے کی ضرورت نہیں]۔

**۴-"عن ابی موسیٰ قال: علمنا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: اذا قمتم الی الصلاة فلیومکم احدکم، واذا قرأ الامام فانصتوا"**

[مسند احمد رقم: ۴۸۲۹۱، ط: داراحیاء التراث العربی]

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوجاؤ تو تم میں سے کوئی نماز پڑھائے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کرام کو پایا ہے اور یہ سب کے سب مقتدی ہوکر امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

**"ادرکت سبعین بدریا کلهم یمنعون المقتدی عن القراۃ خلف الامام."**[روح المعانی: ۱۵۲/۹]

ان مذکورہ بالا احادیث وتفاسیر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو قرات نہیں کرنی چاہیے، بلکہ خاموش رہنا چاہیے۔ نیز ان حدیثوں میں جہری وسری نمازوں کا کوئی فرق بھی مذکور نہیں، اس لئے یہ حکم سب نمازوں میں مقتدیوں کے لیے یکساں ہوگا۔

نیز خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے اور ستر بدری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی معمول تھا۔

ان کے علاوہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ تفسیرات احمدیہ: ص 584 میں، اور تفسیر

مدارک جلد اول ص ۱۰۳ میں خاموشی کی تائد فرمائی ہیں، مگر غیر مقلدین نے امام شافعی کی تقلید کی اور نہ ہی قرآن کریم کے حکم پر سر تسلیم خم کیا، بلکہ خدائے عزوجل کے حکم کی سرتابی کرتے ہوئے امام کی قرات کے وقت بجائے خاموشی کے سورہ فاتحہ کی تلاوت شروع کردی، جس سے مسجد میں ایک،، شوروغل،، برپا ہوگیا، اس لئے حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے ان کے دلائل کی پھس پھسی قوت وزور کو طشت از بام فرمایا، نیز امام کے پیچھے گنگنانے کو شوروغل جیسی طنزیہ تعبیر سے بے وقعت اور بے وزن بھی بنادیا، چنانچہ آپ،، عجالہ نافعہ،، نامی کتاب میں،، مسئلہ خلف الامام،، سے متعلق فرماتے ہیں۔

’’واضح رہے کہ جماعت کی صورت میں فرض قرات امام کے لئے مخصوص ہے، اور مقتدیوں کے لئے سماعت وخاموشی، ہر چند اس مسئلہ میں سلف سے فقہاء ومحدثین کے درمیان اختلاف ہے اور فی زمانا غیر مقلدین کی جانب سے بہت کچھ شوروغل ہے، پر صحیح وہی ہے جو مرقوم ہوا،،۔ [عجالہ نافعہ ص:27]

بھلا بتلائیے تو صحیح کہ جو بزرگ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو،، شوروغل،، کہے، تو کیا غیر مقلدین کی اقتدا کر کے خود بھی اس،، شوروغل،، کے حامل اشخاص میں شامل ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

پس ایک محقق اللہ کے ولی سے اس طرح کے فعل وقول میں تضاد ممکن نہیں ہوتا، تو ماننا پڑے گا کہ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے کبھی کسی غیر مقلد کی صحبت اختیار نہیں فرمائی، اور نہ ہی ان کے پیچھے نمازیں ادا کیں، ڈرامہ اسٹیج کرنا اور فسانہ گڑھنا بہت آسان ہے، مگر حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے تعلق سے خود ان کی کوئی ایسی تحریر جو ان کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہو، غیر مقلدین ودیابنہ کی صحبت وہم نشینی کے ثبوت میں نہیں پیش کرسکتے۔ جس طرح کے ہم نے وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین اور ندویہ صلح کلیہ کی تردید میں خود آپ کی تحریرات بطور ثبوت پیش کی ہیں۔

لہذا اس سازش سے پردہ اٹھانے کے لئے مطالعہ جاری رکھئے، اور حضرت لطیفی



علیہ الرحمہ کی دستی تحریر پر تنویر و بیانی فرقوں کی متفقہ پلیٹ فارم،، ندویت،، سے برگشتگی وبیزاری کا کھلا اعلان ملاحظہ کیجئے۔

## صلح کلیت سے برأت کا اعلان:

جب ندوہ کا پلیٹ فارم تیار ہوا، تو اس میں سنی، شیعہ، وہابی، نیچری، رافضی، قادیانی، دیوبندی، غیر مقلد، سبھی فرقوں کے لوگ جمع ہوئے تھے، ایک ہی منچ میں نہ صرف بیٹھتے، بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ صحبت وہم نشینی بھی گرم رہتی، ظاہر ہے ایک دوسرے کی عزت وتوقیر بھی ہوتی، امامت وقیادت بھی تسلیم کی جاتی، گستاخ وبے ادب کی تمیز بھی مٹادی گئی ہوگی، **الحب للّٰہ و البغض للّٰہ** کا تصور بھی ملیامیٹ ہو چکا ہوگا، لہذا اس سے بڑھ کر،، صلح کلیت،، کا مضبوط پلیٹ فارم اور کیا ہوسکتی ہے۔

لہذا اسی ندوہ کی اصلاح میں امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے،، تحریک جدوہ،، قائم فرمائی، مگر ندوہ کی ضد اور ہٹ دھرمی نے تحریک جدوہ کو اصلاحی رنگ ڈھنگ کی راہ سے ہٹ کر بہت جلد تردیدی رنگ اختیار کرنے پر مجبور کردیا، لہذا حضرت لطیفی علیہ الرحمہ اسی تحریک جدوہ کے ایک رکن اور سپاہی تھے، اور جب 1318ھ کو پٹنہ کی سرزمین میں ایک ہفت روزہ عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، تو اس کے اہتمام وانصرام کی تمام تر ذمہ داریاں خانقاہوں کے سجادہ نشینوں نے اٹھائیں، خانقاہ فردوسیہ، خانقاہ عشق پاک، خانقاہ منعمیہ، سرفہرست تھیں، دیگر خانقاہیں بھی شامل تھیں، اسی کانفرنس میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ کو،، مجدد،، کے لقب سے ملقب فرمایا تھا، اس کانفرنس میں حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے نہ صرف شرکت فرمائی تھی، بلکہ سیما نچلی عوام اہل سنت کی قیادت آپ ہی کے سر تھی، ردندوہ کے کارواں میں آپ کی شمولیت کوئی ڈھکی ڈھکی چھپی چھپی بات نہیں تھی، بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر خم ٹھوک کر تھی، جس کی گونج اقطاع ہند میں محسوس ہی نہیں بلکہ بصیرت وبصارت نگاہ تھی، شاگرد اعلی حضرت **ملک العلما** علامہ ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہار علیہ الرحمہ نے ’’حیات اعلی حضرت‘‘ جلد دوم میں ندوہ کی تردید کرنے والوں کی فہرست میں

آپ کا اسم گرامی 229 نمبر پر بایں الفاظ مرقوم فرمائے ہیں۔

”حضرت والا درجت جناب صوفی باصفا مولانا مولوی محمد حفیظ الدین صاحب حنفی صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ عشقیہ لطیفیہ رحمان پور ضلع، پورنیہ“۔

نیز آپ ہی کے خانوادے کے ایک چشم وچراغ حضرت علامہ مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی دام ظلہٗ ”دربار حق وہدایت“ نامی کتاب کے حوالے سے اس کانفرنس میں شرکت کی تفصیل،، حیات حفیظی،، میں تحریر فرمائی ہے، حیات حفیظی میں بیان کردہ سرگزشت کے علاوہ خود حضرت علامہ لطیفی علیہ الرحمہ نے ندوہ سے اپنی برات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے، جناب مولانا سید محمد عبدالکریم صاحب قادری لکھتے ہیں۔

”تحریر جناب مولانا مولوی محمد حفیظ الدین صاحب حنفی صوفی مرسلہ مولوی عبدالوحید صاحب۔ انا بریٔ من شرکه و من کان مخالفاً لملة اهل السنة والجماعة والمذهب الحنفی والمشرب الصوفیه۔ کتبہ عبدہ المسکین محمد حفیظ الدین“۔

[مکتوبات علماء وکلام اہل صفاء ص 18]

اور حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مع مختصر تعارف کے تحریر نقل فرمائی ہے، لکھتے ہیں۔

”تحریر جناب مولانا مولوی محمد حفیظ الدین صاحب حنفی صوفی فیض یافتہ صحبت حضرت سید شاہ میاں جان صاحب قدس سرہ استاذ جناب میر کفایت حسین ویوسف حسین صاحبان رئیس پٹنہ۔ انا بریٔ من شرکه من کان مخالفاً لملة اهل السنة والجماعة والمذهب الحنفی والمشرب الصوفیه۔ کتبہ عبدہ المسکین محمد حفیظ الدین، حال مقامی موضع اعظم نگر ضلع پورنیہ،،۔

[مراۃ الندوہ ص 29]



لہذا ابہر چند شبہ کا مقام نہیں رہا کہ آپ نہ صرف تحریک ندوہ کے مخالف تھے، بلکہ ان سے اپنی برات وبرگشتگی کا کھلےلفظوں میں اعلان بھی فرما چکے تھے۔

## ایک سوال کا جواب:

اس مقام پر ایک اور فریب ودجل پر قدغن لگاتے ہوئے حقیقت کو واشگاف کئے دیتے ہیں کہ،، لطائف حفظ السالکین،، کی ابتدا میں جن بے شمار بدعات وبسیار آفات کا ذکر ہے، حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے نزدیک ان بدعات وخرافات کے مئوئدین کون لوگ ہیں۔؟

صلح کلیت کے پلیٹ فارم ندوہ پر جمع ہونے والے فرقوں کو نگاہوں میں رکھئے، اور آپ کا ندوہ سے برات وبرگشتگی کی تحریرات پر نظر کیجئے، تو یہ گتھی بھی بآسانی سلجھ جاتی ہے، کہ آپ کی نگاہ میں بدعتی کون تھے۔؟ حامیّن ومئوئدین ندوہ، یا مخالفین ندوہ؟ معلوم ہوا کہ ندوہ کی تحریک میں شامل فرقے ہی آپ کے نزدیک اہل سنت وجماعت کے مخالف اور بدعتی تھے۔ جن سے اپنے معتقدین کو بچنے کی تلقین وتاکید فرمائی ہے۔

## خاتمہ کلام

حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کا جملہ فرقہائے باطلہ وعاطلہ یعنی غیر مقلدین و دیوبندی وغیر ہا کے متحدہ پلیٹ فارم،، تحریک ندوہ،، کی شرکت وصحبت وہم نشینی سے بھی اپنی برگشتگی کا اظہار کھلےلفظوں میں فرمائے دینا، تو جناب من! ہے نا یہ غیر معمولی ہوش پرّاں کردینے والی ایک زبردست حقیقت۔ مگر اس کے باوجود بقول کسے

ہم سفیدی کے دشمن ہیں نہ سیاہی کے دوست ہمیں آئینہ دکھانا ہے دکھادیتے ہیں

ظلمت نفس اور پراگندہ مزاج کے شکار کہ جن کے دلائل وشواہد تار عنکبوت سے بھی کمزور ہیں۔ صرف اور صرف فرضی واقعات کی بنیاد پر حضرت لطیفی پر الزامات عائد کرکے ایک ایسے بزرگ جسے خود بھی محقق تسلیم کرتا ہے، اور اللہ کا ولی بھی مانتا ہے، لیکن بزور قلم ان

کے قول وعمل میں تضاد دکھا کر ان کی شخصیت کو نہ صرف مجروح بلکہ معتقدین ومحبین کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈال کر امیج خراب کرنے کی ناپاک سعی لاحاصل بھی کرتا ہے تو ایسے جھوٹ، فریب، دجل وتلبیس اور دھوکہ دھڑی وفراڈ کے سوداگروں کے حق میں یہی کہا جاسکتا ہے۔

دامن میں نہ کہیں چھینٹ نہ خنجر پہ کہیں داغ　　تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

اغوا کاران جس تلون مزاجی اور دورنگی صفت سے متصف حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کو قرار دینے میں ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، وہ صفت خود دیوبندی مسلک کے متبعین کی ہے، کہ علمائے نجد کے سامنے اپنی وہابیت کا اقرار فوراً سے پیشتر کرتے ہیں، اور ہندوستان میں علمائے اہل سنت کے نزدیک بھی اسی وہابیت سے انکار کرنے میں انہیں لمحہ بھر دیر نہیں لگتی، اسی کے زیر اثر اغوا کاران کی طبیعت میں،، تلون مزاجی،، رچی بسی ہے۔

پس جو بزرگ جماعتہائے ضالہ ومضلہ کی ردوطرد میں اس قدر کیل کانٹوں سے لیس ہوں ان کی بابت لکھنا کہ ان کا مسلک صلح کل تھا، اور وہ غیر مقلدین کے پیچھے نماز جیسی اہم عبادت ادا فرماتے تھے، انصاف ودیانت سے پرے ہے، اور ایسا لکھنے اور بولنے والے کا یہ کہنا کہ وہ شخص حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کی تصانیف سے انجان اور لاعلم تھا، یہ سونچنا بھی حماقت سے خالی نہیں ہوگا، مگر یہ ان کی حماقت نہیں، بلکہ تجاہل عارفانہ ہے، تقدس مآب شخصیت اور ان کے مسلک ومنہج کو داغدار کرنے کی یہ ایک سازش ہے، جو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ **جاء الحق وزھق الباطل**

تمت بالخیر



## مراجع ومصادر


| کتاب | مصنف |
|---|---|
| قرآن مجید | |
| ترمذی شریف | |
| نسائی شریف | |
| صحیح المسلم: داراحیاء التراث العربی | |
| سنن ابن ماجۃ: دارالفکر | |
| موطا الامام محمد: داراحیاء التراث العربی | |
| مسند احمد رقم: داراحیاء التراث العربی | |
| روح المعانی | |
| تفسیر ابن عباس | علامہ سیوطی |
| تفسیرات احمدیہ (اردو) | ملاجیون احمد امیٹھوی |
| تفسیر مدارک (اردو) | ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی |
| حیات حفیظی | خواجہ ساجد عالم لطیفی |
| سلسلہ ولی اللہی عزیزی | علامہ یٰس اختر مصباحی |
| آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی | بروایت عبدالرزاق ملیح آبادی |
| دیوان لطیفی | شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی |
| ردالوہابیہ | خواجہ عبیداللہ ملتانی |
| مضمون مسلک دیوبند کیا ہے | انظر شاہ کشمیری استاذ دارالعلوم دیوبند |
| حیات عابد خدمات وکارنامے | حسب اللہ ندوی |
| تلبیس ابلیس | امام ابن جوزی |
| لطائف حفظ السالکین | شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی |
| مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان | مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی |
| تحقیق الحقیقۃ | علامہ فضل رسول بدایونی |
| فتاوے امجدیہ ۴ج | صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی رضوی |
| موج کوثر | شیخ محمد اکرام |
| عرفان حفیظ | خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی |
| الحیات بعد الممات | مولانا فضل حسین بہاری |

| | |
|---|---|
| کشف الحجاب | قاری عبدالرحمن پانی پتی |
| خطبہ صدارت | عبدالمعید عبدالجلیل مدنی |
| واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم ۱۷۳ | بشیر الدین احمد دہلوی |
| تراجم علمائے حدیث ہند | امام خان نوشہری |
| حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی اور ان کے تلامذہ | ڈاکٹر محمد فاروق نعمان |
| رود کوثر | شیخ اکرام |
| میاں نذیر حسین محدث چند الزامات کا تحقیقی جائزہ | مولوی رفیع احمد مدنی |
| سہ ماہی پیغام مصطفی گوشہ لطیفی نمبر | جنوری تا مارچ 2022 |
| فتاوے رشیدیہ | رشید احمد گنگوہی |
| عجالہ نافعہ | شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی |
| حیات اعلی حضرت جلد دوم | ملک العلماء علامہ ظفر الدین قادری رضوی |
| مکتوبات علماء و کلام اہل صفا | سید عبدالکریم قادری |
| مراۃ الندوہ | مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی |
| مشائخ نقشبندیہ ابوالعلائیہ | خواجہ شاہ محمد مومن نقشبندی ابوالعلائی |
| نتائج الافکار فی اجوبۃ الاشتہار | مصنفہ علامہ محمد عبدالرحمٰن قادری |
| آزاد دائرۃ المعارف وکی پیڈیا | |



**Nashir**
**Tehreek-e-Faizane Lauh wa Qalam**
**Jaganath pur (Belwa), Abadpur Barsoni,**
**Katihar, Bihar - 855102**